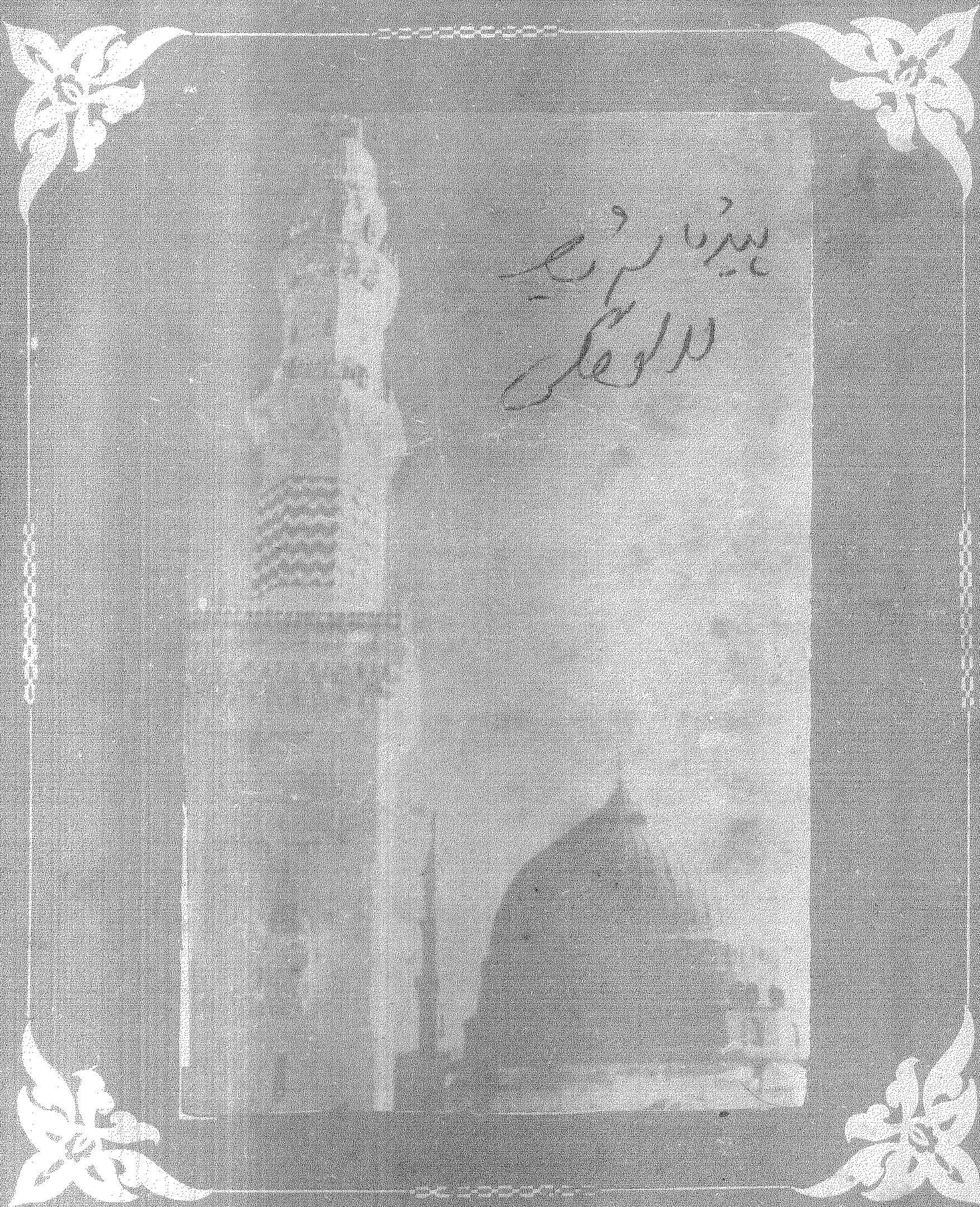
ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور
پاکستان



مطبوعات انجمن خدام الدین

شیرانوالہ دروازہ لاہور — فون نمبر: ۶۷۵۴۵

بانی
شیخ التفسیر
حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

رئیس الادارہ:
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور
امیر انجمن خدام الدین لاہور

ایڈیٹر:
مجاہد الحسینی

بدل اشتراک

سالانہ — ۱۶ روپے
ششماہی — ۹ روپے
سہ ماہی — ۵ روپے

غیر ممالک

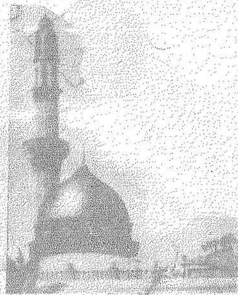
سعودی عرب:
سالانہ ہوائی جہاز — ۵۰ روپے
بحری جہاز — ۲۵ روپے

انگلینڈ:
سالانہ ہوائی جہاز — ۶۸ روپے
بحری جہاز — ۳۶ روپے

فی شمارہ ۳۵ پیسے

۱۳ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ — ۲۸ اپریل ۱۹۷۲ء

احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم



عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ يَخْرُجُ مِنْ عَيْنَيْهِ دُمُوْعٌ وَاِنْ كَانَ مِثْلَ رَأْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ثُمَّ يُصِيْبُ شَيْئًا مِنْ حُرِّ وَجْهِهٖ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ۔ (رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ خدا کا کوئی مومن بندہ ایسا نہیں۔ جس کی آنکھوں سے خوفِ خدا میں آنسو نکلیں۔ اگرچہ وہ آنسو مکھی کے سر کے برابر ہوں۔ پھر وہ آنسو اس کے خوبصورت چہرہ پر پہنچیں۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دیتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰى لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْهُمْ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى قَالَ فَمَنْ (متفق علیہ)

ابی سعید کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم لوگ البتہ ان لوگوں کی تقلید و پیروی کروگے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ بالشت برابر بالشت اور ہاتھ برابر ہاتھ۔ یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں بیٹھے ہوں گے تو تم اس میں بھی اس کا اتباع کروگے — پوچھا گیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ کی مراد) یہود و نصاریٰ سے ہے؟ آپ نے فرمایا (وہ نہیں) تو پھر اور کون؟

عَنْ مِرْدَاسٍ الْاَسْلَمِيِّ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْهَبُ الصَّالِحُوْنَ الْاَوَّلُ فَالْاَوَّلُ وَتَبْقٰى حُفَالَةٌ كَحُفَالَةِ الشَّعِيْرِ اَوِ التَّمْرِ لَا يُبَالِيْهِمُ اللّٰهُ بَالَةً (رواہ البخاری)

ترجمہ: مرداس اسلمی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مرتے رہیں گے نیک بخت لوگ یکے بعد دیگرے اور باقی رہیں گے ردّی و بے کار (یعنی بد اور بدکار) مانند جو کی بھوسی اور کھجور کی بھوسی کے جن کی اللہ تعالیٰ کوئی پروا نہیں کرتا۔

عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَقْتُلُوْا اِمَامَكُمْ وَتَجْتَلِدُوْا بِاَسْيَافِكُمْ وَيَرِثَ دُنْيَاكُمْ شِرَارُكُمْ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حذیفہ کہتے ہیں — کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی۔ جب تک تم اپنے امام (خلیفہ یا سلطان) کو قتل نہ کروگے۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو اپنی تلواروں سے نہ مارو گے۔ اور تمہاری دنیا کے مالک تمہارے شریر و بدکار لوگ نہ ہو جائیں گے۔

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَكُوْنَ اَسْعَدَ النَّاسِ بِالدُّنْيَا لُكَعُ (رواہ الترمذی والبیہقی فی دلائل النبوۃ)

ترجمہ: حذیفہ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ قیامت اس وقت نہ آئے گی۔ جب تک کہ دنیا میں سب سے نصیبہ ور اور دولتمند شخص نہ بن جائے گا جو احمق ہے اور احمق کا بیٹا ہے (یعنی بداصل اور لا بد بیرت اشخاص دنیاوی جاہ وجلال اور دولت کے مالک نہ ہو جائیں گے)

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَنْ سَمِعَ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ اِنَّا لَجُلُوْسٌ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَاطَّلَعَ عَلَيْنَا مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ مَا عَلَيْهِ اِلَّا بُرْدَةٌ لَهٗ مَرْقُوْعَةٌ بِفَرْوٍ فَلَمَّا رَاٰهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكٰى لِلَّذِيْ كَانَ فِيْهِ مِنَ النِّعْمَةِ وَالَّذِيْ هُوَ فِيْهِ الْيَوْمَ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ بِكُمْ اِذَا غَدَا اَحَدُكُمْ فِيْ حُلَّةٍ وَرَاحَ فِيْ حُلَّةٍ وَوُضِعَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ صَحْفَةٌ وَرُفِعَتْ اُخْرٰى وَسَتَرْتُمْ بُيُوْتَكُمْ كَمَا تُسْتَرُ الْكَعْبَةُ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مِّنَّا الْيَوْمَ نَتَفَرَّغُ لِلْعِبَادَةِ وَنُكْفَى الْمُؤْنَةَ قَالَ لَا اَنْتُمُ الْيَوْمَ خَيْرٌ مِّنْكُمْ يَوْمَئِذٍ۔ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں کہ مجھ سے اس شخص نے بیان کیا ہے جس نے علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے سنا تھا۔ یعنی علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم لوگ مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ آئے۔ ان کے جسم پر اس وقت صرف ایک چادر تھی جس میں چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر رو پڑے کہ ایک زمانہ میں وہ کس قدر خوشحال تھے اور آج ان کی کیا حالت ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کہ تم صبح کو ایک جوڑہ پہن کر نکلوگے اور تمہارے سامنے کھانے کا ایک بڑا پیالہ رکھا جائے گا اور دوسرا اٹھایا جائے گا (یعنی انواع و اقسام کے کھانے تمہارے سامنے رکھے جائیں گے) اور تم اپنے گھروں پر اس طرح پردہ ڈالو گے جس طرح کعبہ پر پردہ ڈالا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم اس

باقی صفحہ ۹ پر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

۱۳ ربیع الاوّل ۱۳۹۲ ھ

۲۸ اپریل ۱۹۷۲ ء

جلد ۱۷ ★ شمارہ ۴۹

مندرجات

رئیس الادارہ

جانشین شیخ التفسیرؒ

حضرت مولانا عبیداللہ انور

مدظلہ العالی

مدیر

مجاہد الحسینی

پاکستان کا عبوری آئین

اسلام مملکت کا مذہب قرار دیا جائے!

قومی اسمبلی کے سہ روزہ اجلاس میں پاکستان کا عبوری آئین منظور ہو گیا ہے۔ جس کی رُو سے پاکستان کو "اسلامی جمہوریہ" قرار دیا گیا ہے۔

عبوری آئین کی منظوری سے یہ ملک مارشل لاء کی لاٹھی سے نجات پا کر قانونی راستوں پر گامزن ہو گیا ہے۔ اس طرح پاکستان ۱۲ سال کے طویل عرصہ کے بعد جبر و تشدّد اور فوجی آمریت کے استحصال سے آزاد ہو گیا ہے۔ عبوری آئین کا نفاذ درحقیقت مستقل آئین کے نفاذ کا پیش خیمہ ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ پاکستان کی اکثریتی جماعت پیپلز پارٹی اور حزب اختلاف دونوں نے ملک کی نازک صورتِ حال کا دیانتداری کے ساتھ احساس کیا ہے اور دونوں نے وسعتِ ظرف کا مظاہرہ کرکے ملک کو لاقانونیت کے خطرناک موڑ سے بچا لیا ہے۔

جہاں تک عبوری آئین کی مذہبی حیثیت کا تعلق ہے اگرچہ جمعیۃ علماء اسلام کے ناظمِ اعلیٰ مولانا مفتی محمود نے اسے غیر اسلامی قرار دیتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ آئین میں ایک دفعہ ایسی رکھی جائے جس میں مملکت کا مذہب "اسلام" درج کیا جائے اور اس بات کی ضمانت دی جائے کہ قرآن و سنت کے خلاف کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا۔

عبوری آئین بہر حال عارضی ہے اور چند ماہ بعد قومی اسمبلی مستقل آئین کے بارے میں فیصلہ کرے گی۔ گویا عبوری دَور کے لیے جو آئین منظور کیا گیا ہے۔ اسے "نہ ہونے سے قدرے بہتر" کا درجہ دینا چاہیئے۔ نیز یہ امر بھی موجبِ اطمینان ہے کہ عبوری آئین میں پاکستان کو اسلامی جمہوریہ قرار دے کر اس کا رُخ متعین کر دیا گیا ہے کہ یہ مملکت غیر اسلامی اور لادینی نہیں ہو گی۔

جہاں تک پاکستان میں صحیح اسلامی آئین کے نفاذ کا تعلق ہے ہم اس سلسلہ میں کوئی زیادہ خوش فہمی میں مبتلا نہیں اور نہ ہی ہمیں یہ توقع ہے کہ آج خلافتِ راشدہ کی صحیح اساس پر یہاں کوئی محیّر العقول یا قابلِ فخر نظام رائج کیا جا سکے گا۔ یہاں جو کچھ بھی رائج ہو گا یا اس کے نفاذ کی کوشش کی جائے گی وہ صرف اس ضمن میں ہو گی کہ ہم نے حتیٰ المقدور اچھے سے اچھے اور نظامِ خلافت راشدہ سے قریب تر نظمِ مملکت استوار کرنے میں جد و جہد کی اور اس میں قدرے کامیابی حاصل ہوئی۔

پاکستان پیپلز پارٹی کے بارے میں جو لوگ یہ پروپیگنڈا کرتے نہ تھکتے تھے کہ بھٹو صاحب کے برسرِ اقتدار آ جانے سے یہ ملک سوشلسٹ بن جائے گا آج وہ چشمِ ہوش سے دیکھ لیں کہ دستور ۱۹۵۶ء کی طرح پاکستان کو پھر اسلامی جمہوریہ قرار دے دیا گیا ہے اور اس عبوری آئین میں بھی ہر پاکستانی کو اپنا مذہب تبدیل کرنے گویا مرتد ہونے کی اجازت دے دی گئی ہے۔

صحیح اسلامی دستور کو چھوڑ کر اپنی خاص مصلحتوں کی بناء پر صرف ۱۹۵۶ء کے دستور کا نفاذ چاہنے والے حضرات کو مطمئن ہو جانا چاہیے کہ جس اسلام کے اجراء کا وہ مطالبہ کرتے تھے، صدر بھٹو نے وہ پورا کر دیا ہے۔ اور ان کی مراد پوری ہو گئی ہے۔

باقی رہا پاکستان کو "اسلامی جمہوریہ" قرار دینے اور مذہبی آزادی کا مسئلہ تو اس عنوان پر انشاء اللہ آیندہ بحث ہو گی۔

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

جمیلہ راجہ، یونیورسٹی لاء کالج لاہور

اسلام میں شرم و حیا کی اہمیت

اسلام میں شرم و حیا کی بے حد اہمیت ہے۔ حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے:۔

اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ۔

یعنی شرم و حیاء اور غیرت ایمان کی تکمیل ہے۔ اور ایمان کا جزو اور حصہ ہے۔

حیاداری اور غیرت مندی کسی دوکان پر بکنے والی چیز نہیں بلکہ جبلت ہے جس کا تعلق انسان کی روحانیت اور معصومیت کے ساتھ ہے۔ جس مرد اور عورت میں جتنی زیادہ معصومیت اور روحانیت ہو گی۔ اسی قدر اس میں شرم و حیا کا مادہ زیادہ ہو گا۔ جو عورت اس زیور سے آراستہ ہے۔ وہی حقیقی عورت ہو سکتی ہے۔ اور جو اس سے خالی ہے۔ وہ اپنے تمام زیورات عروسی اور لباس عروسی پہنے ہونے کے باوجود دلہن کہلانے کی مستحق نہیں ہو سکتی۔ اگر بیٹیا اس دولت لازوال کا مالک ہے۔ تو اپنے خاندان کے نام چار چاند لگا دے گا۔ اگر بیٹی اس زیور سے آراستہ و پیراستہ ہے تو اپنے خاندان کے لئے عزت و شرف کا باعث بنتی ہے۔ اگر میاں بیوی میں یہ صفت پائی جاتی ہیں تو وہ ایک دوسرے کے لئے راحت و آرام اور سکون کا باعث ہونے کے علاوہ گھر کو جنت کا باغ بنا دیتے ہیں۔ دنیا کی تمام خوشیاں سمٹ کر ان کی آغوش پاک میں آجاتی ہیں۔

یہ دولت لا زوال اور نعمت خداوندی ہے۔ اس سے آراستہ و پیراستہ انسان عزت و عظمت اور شرف کی بلندیوں اور رفعتوں کو پا سکتا ہے۔ اس سے محروم آدمی ہمیشہ ذلت و رسوائی اور ظلمت کے عمیق گڑھے میں گرتا ہے۔ تاریخ ہمیشہ ایسے افراد اور ایسی اقوام کو عزت اور قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ اس کے برعکس بقول سیدنا صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

"جس قوم میں بے حیائی اور بے غیرتی آجاتی ہے وہ ہمیشہ تباہ ہو جاتی ہے"

حیا تکمیل ایمان ہے۔ حیا جو ہر انسانیت کی تکمیل اور تصویر ہے۔ حیا عزت و شرف اور فتح و کامرانی کا سبب ہے۔ بے حیائی ظلمت ہے۔ کفر کا راستہ ہے۔ ذلت و رسوائی کا سبب ہے۔ جس میں حیا نہیں۔ وہ حیوان سے بھی بدتر ہے۔ حیا مسلمان کا شکار ہے۔

طبرانی میں حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ اور آپ کے پیچھے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا تشریف فرما تھیں۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اجازت طلب کی اور اندر چلے آئے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اجازت طلب کی۔ اور اندر تشریف لے آئے۔ اس کے بعد حضرت سعد بن مالک رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اجازت طلب تو آپؐ نے دونوں زانو ڈھک لئے اور اپنی زوجہ محترمہ سے فرمایا کہ پیچھے ہٹ جاؤ۔ ان حضرات نے تھوڑی دیر بات چیت کی پھر تشریف لے گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے دریافت فرمایا کہ اے اللہ کے رسولؐ جب میرا باپ اور ان کے ساتھی آئے تو اس وقت آپ نے اپنے کپڑوں کو گھٹنے پر سے نہ کھینچا اور نہ مجھے ہی پیچھے ہٹنے کا حکم دیا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ "میں اس عثمانؓ سے کیوں نہ حیا کروں جس سے خدا کے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔ اور قسم ہے مجھے اس پاک ذات کی جس کے قبضۂ قدرت کے اندر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے بیشک فرشتے عثمانؓ سے بھی اس طرح حیا کرتے ہیں جس طرح کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے ہیں۔ اگر عثمانؓ آجاتے اور آپ پاس بیٹھی ہوتیں تو عثمانؓ بالکل بات نہ کر سکتے۔ بے شک عثمانؓ حیا دار اور پردہ دار ہے۔ یہ تو ہے ایک مرد کی شرافت اور حیاداری جبکہ عورت کے اندر مرد کی نسبت کہیں زیادہ حیا اور شرم کا مادہ پایا جاتا ہے۔ ایسی ہی حیا داری کا مطالبہ اسلام ہر مسلمان سے کرتا ہے۔ اس کو مسلمان کا اوڑھنا بچھونا ہونا چاہیئے خود حضورؐ کے بارے میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ کنواری لڑکی اپنے پردہ میں اتنی شرمیلی اور حیا دار نہیں رہتی ہو گی جتنے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باحیا اور شرمیلے تھے۔

عورت کے معنی

عورت کے معنی ڈھکی چھپی چیز جسے ظاہر کرنا پسند نہ کیا جائے۔ لیکن حالت کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ کہ مسلمان عورت اپنے آپ کو عورت کے لباس میں دیکھنا پسند نہیں کرتی۔ زیادہ سے زیادہ نمایاں اور عریاں ہونے میں فخر محسوس کرتی ہے۔ افسوس! کہ شرم و حیا کا جنازہ نکل چکا۔ بے حیائی اور بے شرمی کا اندھیرا چھا چکا۔ آج کی عورت کلبوں میں عریاں اور نیم عریاں ڈانس کرتی دکھائی دیتی ہے۔ بازاروں اور کالجوں میں بغیر دوپٹے کے نظر آتی ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا "اے علیؓ۔ میرے جنازے کو جتنا ممکن ہو سکے چھپا کر لے جانا کیونکہ میں فاطمہؓ بنت محمدؐ نے علیؓ کے چہرہ کے سوا کسی غیر محرم کا چہرہ کبھی نہیں دیکھا۔ یہ شرم و حیا کا عالم اس خاتون جنت کا ہے۔ جسے جنت کی عورتوں کی سردار کہا گیا۔

کتنی مسلمان عورتیں آج خاتون جنت جگر گوشۂ رسولؐ۔ علیؓ کی زوجہ مطہرہ اور حسنؓ و حسینؓ کی پیاری ماں کے نقش قدم پر چلنا تو درکنار کیا اسے اختیار کرنا بھی پسند کرتی ہیں۔ افسوس! کہ آج کی مسلمان عورت یورپی لیڈی بننا پسند کرتی ہے۔ لیکن خاتون جنت فاطمہؓ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا کردار اور عادات و اطوار کو اپنانے سے گریز کرتی ہے۔ لباس میں ننگی نظر آتی ہے۔ مردوں کے سامنے ڈانس کرتی دکھائی دیتی ہے۔ شراب خانوں اور عصمت فروش اڈوں کی زینت بنی ہوئی ہے۔ بازاروں میں بے پردہ اور ننگے سر پھرنے میں فخر محسوس کرتی ہے۔ عریاں اور فحش فلموں میں نظر آتی ہے۔ حضرت علیؓ کا قول نقل کیا گیا ہے۔ "کیا مجھے تمہاری عورتوں کی یہ اطلاع

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

غازی عبدالقیوم شہیدؒ

جس نے ایک گستاخ نتھورام کو جہنّم واصل کیا

داستانِ عشقِ رسولؐ کا ایک گمشدہ ورق

حافظ قاری فیوض الرحمٰن ڈبل ایم اے گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عین ایمان ہے مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں لیکن اللہ کے رسولؐ کی شانِ اقدس میں ادنیٰ گستاخی برداشت نہیں کر سکتے مسلمانوں کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ آج تک جس شخص نے بھی ادنیٰ گستاخی کی۔ اُسے انہوں نے معاف نہیں کیا اور اس شخص کو کیفر کردار تک پہنچا کر ہی چھوڑا۔ لاہور کے ایک ہندو راجپال نے ایک گستاخانہ کتاب "رنگیلا رسول" لکھی تو اس وقت لاہور ہی کے ایک غیرت مند نوجوان غازی علم الدین آگے بڑھے اور اس ہندو کو اس کی گستاخی کا مزہ چکھا دیا۔ راجپال کو قتل کرنے کے "جرم" میں اس عاشقِ رسولؐ کو عدالتِ عالیہ سے سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔ انہوں نے اللہ کے رسولؐ کی عزت و حرمت پر جان دے کر ابدی زندگی حاصل کر لی،

ے بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را۔

غازی علم الدین شہیدؒ کی محبت اور زبانوں پہ اس مردِ مجاہد کے تذکرے ہیں لیکن غازی عبدالقیوم کا کارنامہ جو غازی علم الدین شہیدؒ کے کارنامہ سے کسی صورت کم نہیں بلکہ بڑھ کر ہے، عوام و خواص کی نظروں سے اوجھل ہے۔ ان کے نام سے بہت کم لوگ واقف ہیں اور ہماری نئی نسل تو خیر انہیں کیا جانے گی[له] آج کی اس نشست میں ہم "غازی عبدالقیوم شہیدؒ" کا تذکرہ کرتے ہیں

نام . . . . عبدالقیوم خان

والد کا نام . . . . عبداللہ خان

قوم . . . . پٹھان

ساکن . . . . غازی، ضلع ہزارہ

تاریخ پیدائش . . . . ۱۲ - ۱۹۱۱ء

ابتدائی زندگی و تعلیم

غازی عبدالقیوم خان کو بچپن ہی سے مذہبی تعلیم کا شوق تھا چھٹی جماعت پاس کر کے گاؤں کے علمائے کرام سے پڑھنا شروع کر دیا۔ اکثر قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے رہتے سکول چھوڑ کر قرآنِ مجید کی تعلیم کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو گئے، صوم و صلوٰۃ کی آخری وقت تک پوری پابندی کرتے رہے۔

والد کا انتقال

۱۹۳۲ء میں ان کے والد عبداللہ خان صاحب انتقال کر گئے ان کی چھ بہنیں تھیں جو کہ اچھے گھرانوں میں بیاہی گئیں، ایک بھائی جو اُن سے بڑے ہیں ان کا نام ہمایوں خان ہے جو محکمہ امداد باہمی میں بحیثیت ہیڈ کلرک، سپرنٹنڈنٹ ملازمت کر کے ریٹائر ہو چکے ہیں اور بقید حیات ہیں۔

شادی

جب ان کی عمر ۲۱، ۲۲ سال کی ہوئی تو ۱۹۳۴ء میں ان کی شادی کرا دی گئی۔ شادی کے چند ماہ بعد ان کو کراچی جانے کا شوق پیدا ہوا، وجہ یہ تھی کہ ان کے حقیقی چچا رحمت اللہ خان وہاں پہلے سے مقیم تھے اور وکٹوریہ گاڑیوں کا کاروبار کرتے تھے۔ چنانچہ یہ کراچی چلے گئے اور اپنے چچا کے ہاں ٹھہرے، وہاں بھی ان کا زیادہ تر وقت صدر کی مسجد میں تلاوتِ قرآن، ذکر اللہ اور نوافل وغیرہ عبادات میں گزرتا تھا۔ اسی دوران انہوں نے مسجد میں چسپاں ایک اشتہار پڑھا، واقعات پڑھ سن کر ان کو جوش آ گیا، دوسرے ہی دن بازار سے ایک چاقو خریدا اور نتھورام ہندو کی آئندہ پیشی کا انتظار کرنے لگے"[له]

"روزگارِ فقیر" کے مؤلف فقیر سید وحید الدین صاحب اس واقعہ کی پوری تفصیل ان الفاظ میں لکھتے ہیں:۔

یہ ۱۹۳۴ء کے اوائل کا ذکر ہے، جب سندھ صوبہ بمبئی میں شامل تھا، ان دنوں آریہ سماج حیدرآباد (سندھ) کے سکریٹری نتھورام نے "ہسٹری آف اسلام" کے نام کی ایک کتاب شائع کی، جس میں آقائے دو جہاں، سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شانِ اقدس میں سخت دریدہ دہنی کا مظاہرہ کیا گیا، مسلمانوں میں اس کتاب کی اشاعت کے سبب بڑا اضطراب پیدا ہوا، جس سے متاثر ہو کر انگریزی حکومت نے کتاب کو ضبط کیا اور نتھورام پر عدالت میں مقدمہ چلایا گیا، جہاں اس پر معمولی سا جرمانہ ہوا اور ایک سال قید کی سزا سنائی گئی عدل و انصاف کی اس نرمی نے نتھورام کا حوصلہ بڑھا دیا اور اس نے وی۔ ایم فیرس جوڈیشل کمشنر کے یہاں ماتحت عدالت کے فیصلے کے خلاف اپیل دائر کر دی۔ کمشنر کی عدالت نے اس گندہ دہن، شاتمِ رسولؐ کی ضمانت منظور کر لی۔ اس سے مسلمانوں کو بہت صدمہ ہوا۔ وہ بہت مضطرب اور فکر مند تھے کہ توہینِ رسولؐ کے اس فتنے کا سدِ باب آخر کس طرح کیا جائے۔ ہزارے کا رہنے والا عبدالقیوم نام کا ایک نوجوان تھا جو کراچی میں وکٹوریہ گاڑی چلاتا تھا۔ جونا مارکیٹ کی کسی مسجد میں اس نے اس واقع کی تفصیل سنی اور یہ معلوم کر کے کہ ایک ہندو نے حضور سرورِ کائناتؐ کی توہین کی ہے، اس کے غم و اضطراب اور رنج و ملال کی کوئی حد نہ رہی ستمبر ۱۹۳۴ء کا واقعہ ہے کہ مقدمہ اہانتِ رسولؐ کے ملزم نتھورام کی اپیل کراچی کی عدالت میں سنی جا رہی تھی، عدالت دو انگریز ججوں کے بنچ پر مشتمل تھی۔ عدالت کا کمرہ وکیلوں اور شہریوں سے بھرا ہوا تھا۔ غازی عبدالقیوم نہایت اطمینان کے ساتھ دوسرے تماشائیوں کے ساتھ وکلاء کی قطار کے پیچھے نتھورام کی برابر والی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا کہ عین مقدمے کی سماعت کے دوران وہ اپنا تیز دھار چاقو لے کر نتھورام پر ٹوٹ پڑا اور اس کی گردن پر دو بھرپور وار کئے نتھورام چاقو کے زخم کھا کر زور سے چیخا اور زمین پر لڑکھڑا کر گر پڑا۔ غازی عبدالقیوم نے پولیس کی گرفت سے بچنے اور فرار ہونے کی ذرہ برابر کوشش نہیں کی۔ اس نے نہایت ہنسی خوشی کے ساتھ اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کر دیا۔ انگریز جج نے ڈائس سے اتر کر اس سے پوچھا۔

تم نے اس شخص کو کیوں قتل کیا؟

غازی عبدالقیوم نے عدالت میں آویزاں جارج پنجم کی تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ "یہ تصویر تمہارے بادشاہ کی ہے۔ کیا تم اپنے بادشاہ کی توہین کرنے والے کو موت کے گھاٹ نہیں اتار دو گے — ؟ اس ہندو نے میرے آقاؐ اور شہنشاہؐ کی شان میں گستاخی کی ہے جسے میری غیرت برداشت نہ کر سکی۔

غازی عبدالقیوم پر مقدمہ چلا۔ اس نے اقبالِ جرم کیا[له] آخر کار سیشن جج نے سزائے موت کا حکم سنایا، غازی عبدالقیوم نے فیصلہ سن کر کہا۔ "جج صاحب! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ مجھے موت کی سزا دی۔ یہ ایک جان کس گنتی میں ہے، اگر میرے پاس لاکھ جانیں بھی ہوتیں تو ناموسِ رسولؐ پہ نچھاور کر دیتا" اس فیصلے کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل دائر کر دی گئی، دیندار مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ غازی عبدالقیوم کا قانونی دفاع کرنے کے لئے سامنے آ گیا، سید محمد اسلم بار ایٹ لا ر[له]

ے۔ ڈاکٹر شیر بہادر خان صاحب نے "تاریخ ہزارہ" کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھی ہے اس کتاب میں ہزارہ کے اس مایۂ ناز فرزند کا کوئی تذکرہ نہیں، میں نے ایک ملاقات میں ڈاکٹر صاحب کو توجہ دلائی تو انہوں نے اعتراف کیا کہ واقعی مجھ سے تساہل ہوا ہے اور میرے پاس مواد نہ تھا اب ریڈرز ڈائجسٹ جولائی ۱۹۷۱ء میں ان کا تعارف آیا ہے لیکن وہ بھی حقیقت پر مبنی نہیں ہے میں نے ان کے بڑے بھائی اور دیگر احباب سے واقعات کی چھان بین کروائی ہے تاکہ ان کا صحیح تعارف پیش کیا جا سکے۔

له یہاں تک کے حالات واقعات بھائی امانت علی صاحب کے توسط سے مجھے معلوم ہوئے، انہوں نے بڑی کوشش سے غازی عبدالقیوم شہید کے بڑے بھائی ہمایوں خان اور بھتیجے لیفٹیننٹ کرنل ڈاکٹر حق نواز خان (ریٹائرڈ) سے دریافت کر کے مجھے بھیج دیے۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

له ان کے کئی رشتہ داروں اور دوستوں نے انہیں اقبالِ جرم سے سختی سے روکا مگر انہوں نے صاف صاف بیان دے دیا کہ میں نے خود اسے مارا ہے۔ (ماخوذ از گھریلو یادداشت)

له "سابق اٹارنی جنرل رائل ایئر فورس"

عبدالقیوم کی پیروی کی سعادت حاصل ہوئی، لیکن اس مردِ مجاہد عبدالقیوم نے پہلی ہی ملاقات میں اپنے قانونی مشیر پر واضح کر دیا کہ میں نے ماتحت عدالت میں جو اقبالی بیان دیا ہے، اس کے خلاف کچھ کہہ کر اپنی عاقبت خراب نہیں کروں گا۔ سید محمد اسلم نے مقدمے کی تیاری جاری رکھی اور شہادتوں کے سلسلے میں علامہ اقبال، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا ظفر علی خان، اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری جیسے ملک کے ممتاز علماء کو بطور گواہ طلب کرانے کی درخواست کی تاکہ وہ اسلامی نقطۂ نظر واضح کر سکیں، لیکن عدالت نے یہ درخواست مسترد کر دی۔ مقدمۂ صفائی کی ساری بنیاد اس نکتے پر رکھی گئی تھی کہ،

"یہ ایک مسلمان کا ایمان و عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص ناموسِ رسول ؐ پر حملہ کرے تو وہ اسے موت کے گھاٹ اتار دے۔"

اپیل کی سماعت جسٹس دادیبا مہتہ (DADIBA MEHTA) اور ۹ ارکان جیوری کے سامنے شروع ہوئی۔ جیوری چھ انگریزوں، دو پارسیوں اور ایک گوائی عیسائی عمر پر مشتمل تھی۔ عدالت کے باہر کم و بیش ۲۵ ہزار مسلمانوں کا ایک بڑا ہجوم فیصلے کا منتظر تھا۔ ایڈووکیٹ جنرل کے دلائل کے بعد غازی عبدالقیوم کے پیروکار سید محمد اسلم نے صفائی کا موقف پیش کیا۔ انہوں نے مقدمے کے بنیادی نکات اور اقدام قتل کے محرکات پر تین گھنٹے تک مدلل بحث کی۔ ان کی تقریر کے بعض حصے اس قدر اہم تھے کہ انہیں قانون و انصاف کی تاریخ میں ہمیشہ زریں حروف میں لکھا جائیگا۔ انہوں نے "اشتعال" کے قانونی مفہوم کو بیان کرتے ہوئے یہ نکتہ پیش کیا ـــــــ "سوال یہ نہیں ہے کہ عبدالقیوم کا اقدام ملک کے قانون کے خلاف ہے۔ سوال یہ ہے کہ عبدالقیوم نے یہ اقدام انتہائی اشتعال کے عالم میں کیا ہے تو کیوں نہ اسے وہ کم سے کم سزا دی جائے جس کی اجازت دفعہ ۳۰۲ کے تحت قانون نے دے رکھی ہے۔ اگر موجودہ قانون زمین کے چھوٹے سے ٹکڑے، یا کسی عورت کے معاملہ میں قاتل کو "اشتعال" کی رعایت دیتا ہے تو رعایت کا یہ اصول عبدالقیوم کے مقدمے میں کیوں قابل قبول نہیں ہے جبکہ ایک مسلمان کے لئے ناموسِ رسول ؐ پر حملے سے زیادہ اور کوئی اشتعال انگیزی نہیں ہو سکتی۔"

وکیل صفائی کی تقریر کے دوران میں جج نے مداخلت کرتے ہوئے کہا کہ آپ کے اس اظہار خیال سے فرقہ وارانہ کشیدگی میں اضافہ نہیں ہوگا؟ سید محمد اسلم نے اس موقع پر برجستہ جواب دیا،

"جناب والا! مسلمان ــ حکومت اور ہندو اکثریت کو یہ سمجھاتے سمجھاتے تھک گئے ہیں کہ ان کے لئے رسول اللہ ؐ کی محبت کیا حیثیت رکھتی ہے اور اس بارے میں مسلمانوں کے جذبات کیا ہیں مگر ان دونوں نے ذرا توجہ نہیں دی۔ اب مجھے عدالت میں یہ واضح کرنے کا موقع مل رہا ہے کہ جب تک ایک مسلمان بھی زندہ ہے، وہ ناموسِ رسالت ؐ کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز اور قوت کو ختم کر کے رہے گا کہ اس معاملے میں مسلمان کو تعزیرات ہند کی پرواہ ہے نہ پھانسی کے پھندے کی۔" غازی عبدالقیوم کے پیروکار سید محمد اسلم نے اقدام قتل کے لئے اشتعال کے مفہوم کی اہمیت پر جو قانونی نکتہ پیش کیا تھا، اگر وہ تسلیم کر لیا جاتا تو ناموسِ رسالت ؐ پر حملہ کرنے کی مذموم تحریک ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتی اور آئندہ کوئی اس جسارت کا تصور بھی نہ کر سکتا لیکن عدالت عالیہ نے یہ اپیل خارج کر دی۔ غازی عبدالقیوم کے لئے سزائے موت بحال رہی۔ پُرجوش اور مضطرب مسلمانوں کے لئے یہ وقت بڑی آزمائش کا تھا۔ بالآخر فروری ۱۹۳۶ء میں کراچی کے مسلمانوں کا ایک وفد حکیم الامت علامہ اقبال کی خدمت میں لاہور بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ وفد جس میں مولوی ثناء اللہ، عبدالخالق اور حاجی عبدالعزیز شامل تھے، لاہور پہنچا اور میکلوڈ روڈ والی کوٹھی میں علامہ اقبال کی خدمت میں حاضر ہو کر اس مقدمے کی روداد تفصیل کے ساتھ سنائی۔ اس کے بعد عرض کیا کہ آپ وائسرائے سے ملاقات کریں۔ اپنے اثر و رسوخ کو کام میں لائیں اور انہیں اس پر آمادہ کریں کہ غازی عبدالقیوم کی سزائے موت عمر قید سے بدل دی جائے وفد نے اصرار کے ساتھ کہا کہ آپ نے سعی و توجہ فرمائی تو پوری توقع ہے کہ غازی عبدالقیوم کی جانب سے رحم کی اپیل حکومت ہند ضرور منظور کرے گی۔"

علامہ وفد کی یہ گفتگو سن کر دس بارہ منٹ تک بالکل خاموش رہے اور گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ وفد کے ارکان منتظر اور مضطرب تھے کہ دیکھئے، علامہ کیا فرماتے ہیں۔ توقع یہی تھی کہ جواب اثبات میں ملے گا کہ عاشق رسول ؐ کا معاملہ دوسرے عاشق رسول ؐ کے سامنے پیش ہے۔ اس سکوت کو پھر علامہ اقبال ہی کی آواز نے توڑا۔ انہوں نے فرمایا، "کیا عبدالقیوم کمزور پڑ گیا ہے؟"

ارکان وفد نے کہا، "نہیں، حاشا اس نے تو ہر عدالت میں اپنے اقدام کا اقبال اور اعتراف کیا ہے اس نے نہ تو بیان تبدیل کیا اور نہ لاگ لپیٹ اور ایچ پیچ کی کوئی بات کہی۔ وہ تو کھلے خزانے کہتا ہے کہ میں نے شہادت خریدی ہے۔ مجھے پھانسی کے پھندے سے بچانے کی کوشش مت کرو!"

وفد کی اس گفتگو کو سن کر علامہ کا چہرہ تمتما گیا۔ انہوں نے برہمی کے لہجے میں فرمایا، "جب وہ کہہ رہا ہے کہ میں نے شہادت خریدی ہے تو میں اس کے اجر و ثواب کی راہ میں کیسے حائل ہو سکتا ہوں؟ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں ایسے مسلمان کے لئے وائسرائے کی خوشامد کروں، جو زندہ رہا تو غازی ہے اور مر گیا تو شہید ہے۔"

علامہ کے لہجے میں اس قدر تیزی اور سختی تھی کہ وفد کے ارکان اس سلسلے میں پھر کچھ اور کہنے کی جرأت نہ کر سکے۔ وفد کراچی واپس ہو گیا۔

غازی عبدالقیوم کو جس دن پھانسی دی گئی ہے، کراچی کی تاریخ میں وہ دن مسلمانوں کے جوش و اضطراب کا یادگار دن تھا۔ دلوں میں یہ جذبہ موجزن تھا کہ کاش، یہ شہادت ہمیں میسر آتی۔

ـــ یہ مرتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں۔

لاہور میں غازی علم الدین اور کراچی میں غازی عبدالقیوم کے ان واقعات کا علامہ اقبال نے بہت زیادہ اثر قبول کیا تھا اور اپنے اس قلبی تاثر کو تین شعروں میں بیان فرما دیا۔ یہ اشعار "لاہور اور کراچی" کے عنوان سے "ضرب کلیم" میں شائع ہو چکے ہیں مگر غازی عبدالقیوم کے لئے رحم کی درخواست کے اس واقعہ کی روشنی میں ان اشعار کا مفہوم کچھ اور زیادہ ابھر آتا ہے۔

لاہور اور کراچی

نظر اللہ پہ رکھتا ہے مسلمانِ غیور
موت کیا شے ہے؟ فقط عالمِ معنیٰ کا سفر
ان شہیدوں کی دیت اہلِ کلیسا سے نہ مانگ
قدر و قیمت میں ہے خوں جن کا حرم سے بڑھ کر
آہ! اے مردِ مسلمان، تجھے کیا یاد نہیں
حرفِ لَا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا آخَر "(اللہ تعالیٰ

کے ساتھ کسی دوسرے کو مدد اور عبادت کے لئے مت پکارو)

علامہ اقبال کے ان اشعار میں کس قدر عزیمت و استقامت پائی جاتی ہے۔ تیسرے شعر میں توحید خالص کو کتنے دلنشیں انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ ان اشعار سے اس کا بھی اظہار ہوتا ہے کہ اس قسم کے واردات و معاملات میں علامہ کا انداز فکر کیا تھا۔ لاہور اور کراچی میں عشقِ رسول ؐ کی ان زریں مثالوں کے لئے یہ اشعار زندہ و جاوید خراجِ عقیدت ہیں ع

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

(روزگار فقیر ج ۲ صفحہ ۳۲ تا ۳۹)

لاکھوں کی تعداد میں مسلمانوں نے وقتِ جنازہ جلوس نکالے۔ لاکھوں نے ان کے نماز جنازہ میں شرکت کی، ناموسِ رسول ؐ پر اپنی جان نچھاور کرنے والے اس شہید کو بڑی عزت و تکریم کے ساتھ میوہ شاہ کے علاقہ قبرستان میں ایک خاص چار دیواری کے اندر دفن کیا گیا

ع ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

غازی عبدالقیوم کا خاندان

ان کے بڑے بھائی کے لڑکے محمد سعید واہ فیکٹری میں ایم بی ایس ڈاکٹر ہیں غازی عبدالقیوم کے ایک بھانجے پاکستان آرمی میں میجر ہیں جبکہ ایک دوسرے بھانجے لیفٹیننٹ کرنل ڈاکٹر حق نواز خان حال ہی میں ریٹائر ہوئے ہیں اور اب غازی میں پریکٹس کرتے ہیں، ماشاء اللہ بڑے دیندار، صوم و صلوٰۃ کے پابند اور متشرع ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس خاندان پر اپنی کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے طفیل ہمارے اوپر بھی رحم فرمائے ہمیں بھی غازی عبدالقیوم خان شہید کی طرح ناموسِ رسالت پر مر مٹنے والا بنائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

بقیہ: احادیث الرسول ؐ

روز آج کے دن سے بہتر حال میں ہوں گے۔ اس لیے کہ ہم کو اس وقت عبادت کے لیے کافی وقت ملے گا اور محنت و اشتغال سے بے فکری ہو گی۔ آپ ؐ نے فرمایا نہیں آج کے دن تم اس دن سے بہتر ہو۔

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

الف پہلا حرف نام شیخ کا
اور مبارک نام کا آخر ہے یا
گویا ساری خوبیاں موجود ہیں
شیخ میں از ابتدا تا انتہا

عبدالرزاق انقلابی۔ فاضل دیوبند

علامہ شمس الحق افغانی مدظلہ

مدارس اسلامیہ کا تاریخی جائزہ

اور

معاشرے پر اُن کے اثرات

گذشتہ سے پیوستہ

مدارس عربیہ کا نصاب

بغداد میں ۴۵۷ھ مطابق ۱۰۶۴ء مدرسہ نظامیہ کا قیام ہوا۔ جس میں چھ ہزار طلبہ کی رہائش کا انتظام کیا گیا اور جن میں امراء و غرباء دونوں طبقوں کے بچے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ یہ نصاب دینی اور دنیوی علوم کا جامع تھا۔ ہندوستان میں سکندر لودھی کے زمانے میں شیخ عبداللہ اور بعدازاں علامہ تفتازانی اور سید الشد کے شاگردوں نے اس میں قابل قدر اضافے کئے یہ ترمیم شدہ نصاب نظامیہ بغداد کے نصاب کے بعد دوسرا نصاب تھا۔ یہ دونوں شیخ تلمنبہ ضلع ملتان کے رہنے والے تھے۔ اس کے بعد جب دورِ اکبری میں میر فتح اللہ شیرازی ایران سے آئے جو بالواسطہ محقق دوانی کے شاگردوں میں سے تھے۔ اس کی آمد پر نصاب تعلیم میں اور انقلاب آیا اور علوم عقلیہ کا پلہ علوم نقلیہ پر پہلے کی نسبت بھی بھاری ہو گیا۔ ملا نظام الدین فرزند مولانا قطب الدین سہالی جو چار واسطوں سے میر فتح اللہ شیرازی کے شاگرد تھے۔ انہوں نے جدید نصاب مرتب کیا۔ جو درس نظامی کے نام سے مشہور ہے۔ اور اب تک مدارس عربیہ ہند و پاکستان میں افغانستان، ترکستان میں مروج ہے۔ یہ نصاب تعلیم کی چوتھی ترمیم تھی۔ لیکن ان سب ترمیمات کے باوجود نصاب مدارس عربیہ میں یہ امر بدستور قائم رہا کہ دینی مدارس کا نصاب دینی اور دنیوی علوم کا جامع تھا۔ نظامیہ بغداد سے بلکہ دور مامون سے اب تک اس وقت کے دنیوی علوم ہمارے نصاب تعلیم کے اسی طرح جز رہے۔ جس طرح دینی علوم اس کے اجزاء تھے۔ علم طب، ہیئت، ہندسہ، حساب، منطق، فلسفہ، داخل نصاب تھے۔ بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو خالص دینی کتابوں کی تعداد کم اور دنیوی علوم کی کتابوں کی تعداد زیادہ تھی۔ چنانچہ اب تک درس نظامی میں کل تقریباً بیس علوم پڑھائے جاتے ہیں۔ جن میں سات علوم کے سوا باقی سب دنیوی علوم ہیں۔

شاہ ولی اللہ کا نصاب

اس درمیان میں حضرت شاہ ولی اللہ نے دینی اور دنیوی کتب میں موازنہ قائم کرنے کی کوشش کی اور عقلی علوم سے متعلق کتب میں کمی کر دی لیکن درس نظامی کی عام مقبولیت نے اس ترمیم کو کامیاب نہ ہونے دیا جہاں تک درس نظامی کے دینی کتب کی افادیت کا تعلق ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور اس نصاب نے ہر دَور میں اپنے علوم کے جو ماہرین پیدا کئے۔ کل عالم اسلام میں ان کی نظیر نہیں مل سکتی خود شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جو اس نصاب کے فاضل ہیں اور ان کی ایک تصنیف جو آپ نے فلسفۂ شریعت پر لکھی ہے۔ جس کا نام "حجۃ اللہ البالغہ" ہے۔ کل علماء اسلام کی تصنیفات میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ علمائے مصر تک نے خود اس کا اقرار کیا ہے۔ لیکن اس نصاب کے دنیوی علوم کا جو حصہ ہے وہ یونانی علوم سے متعلق ہے یونانی فلسفہ کا اکثر حصہ دورِ جدید کے فلسفہ کے بالمقابل غلط یا غیر ضروری ٹھہرا ہے۔ دینی علوم ناقابل تبدیل ہوتے ہیں کہ ان کا سرچشمہ ذات رب العالمین ہے۔ لیکن دنیوی علوم کا سرچشمہ فکر انسانی ہے۔ جس کے تجربات اور تحقیقات بدلتے رہتے ہیں۔ اس لئے قدیم فلسفہ کی جگہ ہمارے نصاب میں جدید فلسفہ کا داخل کرنا زیادہ موزوں ہے۔ لیکن مغربی فلسفہ کو یونانی فلسفہ کی طرح اسلامی رنگ دے کر داخل کرنا چاہیئے۔ تاکہ اسلامی روح اس کے فاسد اثرات سے محفوظ رہ سکے۔ اس نے جدید ضروری علوم بجائے انگریزی زبان میں پڑھانے کے عربی یا اردو میں منتقل کر کے پڑھائے جائیں اور وہ بقدر ضرورت ہوں تاکہ وسعت نظری پیدا ہو جائے۔ مثلاً سائنس کے اہم اصول و مبادیات داخل نصاب ہوں۔ تجربات اور تفصیلی مطالعہ ہر طالب علم کے لئے ضروری ہو اسی طرح ریاضی، معلومات عامہ، شہریت، جغرافیہ، حفظانِ صحت اور علم التاریخ اسی شکل میں داخل ہو کر واقعات ہجمہ کے علل و اسباب کا تسلسل اور ربط ذہن نشین ہو جائے۔ لیکن ان سب علوم کو جزو نصاب بنانے کے لئے تدوین جدید کی ضرورت ہو گی۔ تاکہ اسلامی روح سے اس کا تصادم ختم ہو جائے۔ مثلاً سائنس میں وہی مسائل و قوانین اس شکل میں بیان کئے جائیں کہ مادہ چونکہ زندگی، علم اور حکمت سے خالی ہے۔ لہٰذا قدرتِ الٰہی کی حکمت نے بتوسط مادہ ان آثار و نتائج کے لیے یہ قوانین و ضوابط بنائے ہیں جن سے وہ نتائج پیدا ہوئے۔ ایسا کرنے سے ہر مادی قانون الٰہی قانون اختیار کریگا۔ اور جس قدر ان قوانین کا علم بذریعہ سائنس بڑھتا جائے گا۔ خالقِ کائنات کی عظمت دلوں میں جاگزین و راسخ ہوتی جائے گی۔

معاشرہ پر عربی درسگاہوں کے اثرات

(۱) مسلمانوں کے ایک طویل عرصہ سے ہندو اکثریت کے ساتھ مخلوط رہنے کیوجہ سے ان میں جو ہندوانہ رسومات داخل ہوئے تھے۔ اور روز بروز ان میں اضافہ ہو رہا تھا۔ بالخصوص بعض ہندو نواز سلاطین دہلی نے ہندو تہذیب کے ساتھ اپنا رجحان ظاہر کرکے اس کے وقار کو بڑھایا تھا۔ اگر عربی تعلیم اور مدارس نہ ہوتے تو ہندوستان کے ہندو اور مسلمان میں ظاہری امتیاز ختم ہو چکا ہوتا اور پورے مسلمان ہندو تہذیب کے رنگ میں رنگے جاتے لیکن ان دینی مدارس کا ہی اثر تھا کہ اس نے اسلامی تہذیب کو ہند میں محفوظ رکھا اور ہندو تہذیب کو اسلامی تہذیب پر غالب نہ ہونے دیا۔

(۲) ۱۸۵۷ء کے بعد انگریزی تہذیب اس ملک پر مسلط ہوئی اور وہ چونکہ حکومت کے اسلحہ سے لیس تھی اس نے پوری قوت کے ساتھ اثر اندازی شروع کی۔ اور ہندوؤں کو کم اور مسلمانوں کو زیادہ متاثر کیا۔ لیکن اس کے باوجود بھی اسلامی تہذیب کے جس قدر خد و خال باقی رہے وہ ان دینی درسگاہوں اور ان سے پیدا شدہ مبلغین کی آواز کے اثرات تھے۔

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

مسلمان خاتون

عزت و عصمت کا تحفظ گھر کی چاردیواری میں ہے

(محمد شفیع عبدالدین (میرپورخاص سندھ)

ایک مسلمان عورت کے لیے، جو عزت و عصمت اور ناموس کی حفاظت چاہتی ہے۔ اس کے لیے اس مقصد کے حصول کے لیے اس کا گھر بہترین پناہ گاہ ہے۔ یقیناً ہر غیرت مند مسلمان عورت اپنی عزت و عصمت اور ناموس کی حفاظت چاہتی ہے — اس لیے اسے یہ بات ہرگز زیب نہیں دیتی کہ وہ اپنے معاشرے میں یہود و نصاریٰ اور دوسری غیر مسلم اقوام کی حیاسوز تہذیب کو جگہ دے کیونکہ مسلمانوں پر اللہ تعالےٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے انہیں مکمل ضابطۂ حیات عطا فرمایا ہے۔ جس پر چل کر ہم دارین کی فلاح و بہبود سے ہمکنار ہو سکتے ہیں۔ یاد رہے کہ شریعت مطہرہ میں اس بات کی ہرگز گنجائش نہیں کہ ایک مسلمان شریف زادی غیر مسلم عورتوں کی طرح بن سنور کر بے پردہ بازاروں، تفریح گاہوں اور مجلسوں میں اپنے حسن و جمال کا مظاہرہ کرتی پھرے اور زمانۂ جاہلیت کا نقشہ پیش کرے۔

قبل از اسلام زمانہ جاہلیت میں عورتوں کی یہی روش تھی کہ وہ بناؤ سنگار سے آراستہ ہو کر باہر بے پردہ پھرا کرتی تھیں اور اس طرح انہوں نے ایک بہت بڑے فتنے کا دروازہ کھول رکھا تھا اور یہ نامحرم عورتوں اور مردوں کا آزادانہ اختلاط کئی ایک اخلاقی برائیوں کا باعث تھا۔

دین اسلام جس نے سب برائیوں کی بیخ کنی کی اور بلند ترین اخلاق کی تعلیم دی ہے۔ اس نے اس برے فعل کا بھی سدِ باب کیا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ۔ (الاحزاب آیت ۳۳)

ترجمہ: اور اپنے گھروں میں بیٹھی رہو۔ اور گزشتہ زمانۂ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگار دکھاتی نہ پھرو۔

یہ ادب اللہ تعالےٰ نے امہات المومنین رضی اللہ عنہم کو سکھایا۔ تمام مسلمان عورتیں جو انہی کے ماتحت ہیں ان کے لیے بھی یہ حکم واجب العمل ہے۔

مذکورہ ادب دو باتوں پر مشتمل ہے۔

۱۔ اپنے گھروں میں بیٹھ رہنا لازم پکڑو اور بلا اشد ضرورت گھر سے باہر نہ نکلو۔

۲۔ جب گھر سے باہر نکلنے کی نوبت آئے تو بے پردہ نہ نکلو اور غیروں کو اپنا بناؤ سنگار وغیرہ نہ دکھاتی پھرو۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ کچھ عورتیں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئیں۔ اور عرض کی یا رسولؐ اللہ! اللہ تعالےٰ کے راستے میں جہاد کی فضیلت مرد لے گئے۔ آپؐ ہمیں کوئی ایسا عمل بتائیں۔ جس سے جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت حاصل ہو سکے۔ آپؐ نے فرمایا جو عورت اپنے گھر میں پردے اور عصمت کے ساتھ بیٹھی رہے وہ جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت پالے گی۔ (ابن کثیرؒ)

سبحان اللہ! عورتوں کے لیے پردہ سے گھر میں بیٹھے رہنا کتنے بڑے اجر کا باعث ہے۔ کاش ہماری مائیں، بہنیں اور بیٹیاں غیر مسلم اقوام کی روش سے کنارہ کش ہو جائیں اور اس حدیث پر عمل کر کے اللہ تعالےٰ کی رضامندی حاصل کر لیں۔

نیز آپؐ نے فرمایا عورت پردے کی چیز ہے جب گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اسے جھانکنے لگتا ہے۔ عورت سب سے زیادہ اپنے رب تعالیٰ کا قرب اس وقت حاصل کرتی ہے جب وہ اپنے گھر کے اندرونی کمرے میں ہوتی ہے۔ (ابن کثیرؒ)

حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

"یعنی اسلام سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں عورتیں بے پردہ پھرتی اور اپنے بدن اور لباس کی زیبائش کا علانیہ مظاہرہ کرتی تھیں۔ اس بداخلاقی اور بے حیائی کی روش کو مقدس اسلام کب برداشت کر سکتا ہے۔ اس نے عورتوں کو حکم دیا کہ گھروں میں ٹھہریں اور زمانۂ جاہلیت کی طرح باہر نکل کر حسن و جمال کی نمایش نہ کرتی پھریں۔

امہات المومنین کا فرض اس معاملہ میں بھی اوروں سے زیادہ مؤکد ہوگا۔ جیسا کہ "لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ" کے تحت میں گزر چکا ہے۔ باقی کسی شرعی یا طبعی ضرورت کی بناء پر بدون زیب و زینت کے مبتذل اور ناقابل اعتناء لباس میں مستتر ہو کر احیاناً باہر نکلنا بشرطیکہ ماحول کے اعتبار سے فتنہ کا مظنہ نہ ہو۔ بلاشبہ اس کی اجازت نصوص سے نکلتی ہے۔ اور خاص اور خاص ازواج مطہراتؓ کے حق میں بھی ممانعت ثابت نہیں ہوتی بلکہ متعدد واقعات سے اس طرح نکلنے کا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن شارع کے ارشادات سے یہ بداہتہً ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اسی کو پسند کرتے ہیں کہ ایک مسلمان عورت بہرحال اپنے گھر کی زینت بنے۔ اور باہر نکل کر شیطان کو تاک جھانک کا موقع نہ دے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عورتوں کو بڑھیا لباس نہ پہناؤ تاکہ وہ گھر میں بیٹھی رہیں۔ جب عمدہ لباس پہنیں گی تو وہ گھر سے باہر جانے کی آرزو کریں گی۔" (کیمیائے سعادت)

عورتوں کے زیب و زینت اختیار کرنے کی وجہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان کا مساجد میں حاضر ہونا ناپسند فرمایا تھا۔ آپؓ نے فرمایا کہ جو نئی باتیں (بناؤ سنگار، آرائش، زیور اور خوش پوشی) عورتوں نے اب پیدا کر لی ہیں اگر حضورؐ کے زمانہ میں ہوتیں تو جس طرح بنی اسرائیل

(باقی ص ۱۸ پر)

اسلام میں اولاد کے حقوق و فرائض اور تعلیم و تربیت کی اہمیت

پروفیسر قاری فیوض الرحمٰن ایم، اے

رضاعت و حضانت

اولاد کے جینے کا حق تسلیم کرانے کے بعد دوسرا حق اولاد کا یہ ہے کہ اس کی صحیح نشو و نما اور پرورش کی جائے، دودھ پلانا، ہر طرح کی نگرانی رکھنا، بالغ ہونے تک اس کے اخراجات کی کفالت اسلام نے ماں باپ کا فرض قرار دیا ہے، ماں نہ ہو تو باپ پر اُس کی رضاعت (دودھ پلانے) کا سامان کرنا، دودھ پلانے والی عورت کی اُجرت دینا فرض ہے۔

تعلیم و تربیت

جسمانی نشو و نما کے بعد اولاد کی روحانی تربیت کا درجہ ہے جس کے لیے ہر قسم کے اچھے اخلاق کی تعلیم دینا اور برائی سے بچانا ضروری ہے۔ اولاد کو نیک بنانے کی کوشش کے ساتھ اس کے لیے سعادت مندی کی دعا بھی مانگتے رہنا چاہیے اللہ نے ان لوگوں کی تعریف فرمائی جو اپنے بچوں کے حق میں دعائے خیر کیا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بارِ الٰہا! تو ان کو ظاہر و باطن کا حسن، صورت و سیرت کی خوبی اور دین و دنیا کی بھلائی دے کر میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا۔ فرمایا۔ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ ۔" اور (جنت کے مستحق وہ بھی ہیں) جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عنایت فرما"۔ (سورہ الفرقان)

سورہ احقاف میں ہے۔ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۞ اور (اے خداوند!) میرے لیے میرے کاموں کو میری اولاد میں صالح بنا، میں اپنے گناہوں سے تیری طرف باز آیا اور رجوع کیا اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں"

علامہ شوکانی رح نے "وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي" کے سلسلہ میں لکھا ہے:-

أَيْ اجْعَلْ ذُرِّيَّتِي صَالِحِينَ رَاسِخِينَ فِي الصَّلَاحِ مُتَمَكِّنِينَ مِنْهُ۔ یعنی میری اولاد کو ایسا نکوکار بنا کہ نیکی ان میں راسخ (کھپ چکی) ہو چکی ہو اور وہ اُس پر مضبوطی سے قائم رہیں"۔

(بحوالہ اسلام کا نظام تربیت ص۱۳۴)

اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کو ہر طرح صالح اور کار آمد بنانے کی تدبیر اور دعا بھی ایک اچھے باپ کا فرض ہے۔

آپؐ نے اس باب میں وحی کے مقصد کو تعلیم ربانی پاکر مختلف طریقوں سے واضح فرمایا:-

ایک اعرابی اقرع بن حابس دربار نبویؐ میں حاضر ہوئے۔ آپؐ اس وقت حضرت حسینؓ کو پیار کر رہے تھے۔ ان کو یہ بات ادب اور وقار کے خلاف معلوم ہوئی۔ انہوں نے کہا کیا آپؐ بچوں کو پیار کرتے ہیں؟ میرے دس بچے ہیں میں نے ان میں سے کسی کو پیار نہیں کیا۔ آپؐ نے ان کی طرف نظر اٹھائی پھر فرمایا۔ "جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا"۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل سے رحم و شفقت کو نکال لیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں"۔

یہ دونوں روایتیں صحیح بخاری میں باب رحمۃ الولد میں ہیں۔ ان دونوں کا منشاء یہ ہے کہ بچوں کے ساتھ محبت و شفقت کے ساتھ پیش آنا چاہیے کہ جو اپنے بچوں پر رحم نہیں کرتا خدا اس پر رحم نہیں کرتا۔

بلوغ اور شادی

ان اہم مرحلوں سے گزرنے کے بعد والدین کی ایک اہم ذمہ داری اور ہے اور وہ یہ کہ جونہی بچے اور بچیاں سنِ بلوغ کو پہنچ جائیں ان کی شادی کر دیں تاکہ شباب کا جو طوفان خیز دَور آ رہا ہے اس کی تیز رَو انہیں بہا کر نہ لے جائے اور ان کے قدموں میں جنبش اور تزلزل پیدا نہ کر دے۔

شباب اور اس کا طوفان

کون نہیں جانتا کہ زندگی کی یہ ہنگامہ خیز منزل بڑی صبر آزما ہوتی ہے۔ تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ دونوں ہی اس کے مسلسل جھٹکوں سے قوتِ برداشت کھو دیا کرتے ہیں۔ اور انسان اس عمر میں ہوش و حواس پر بڑی مشکل سے قابو پاتا ہے۔

شادی کی ضرورت

اس لیے بجائے اس کے کہ امتحان میں ڈال دیا جائے کہ وہ اس دَور کی ہلاکت خیزیوں سے صحیح و سالم نکل جائیں اور اس کی صورت اس کے سوا کوئی نہیں ہے کہ ان کی شادی کر دی جائے اور اور رفیقِ حیات کا حسبِ خواہش انتظام کر دیا جائے تاکہ وہ اپنی عفت و عصمت کے فانوس کو ٹوٹنے سے محفوظ بچا کر لے جائیں اور غلط حسن و عشق کی زلفِ پُرپیچ میں کسی منزل پر نہ اُلجھیں۔

اسلام کا حکم

اسلام نے انسانی نفسیات کا سب سے زیادہ لحاظ رکھا ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ وہ بروقت اس کے تقاضے پورا کرنے کی تاکید کرتا ہے اور اس میں ایک لمحہ کی تاخیر برداشت نہیں کرتا۔ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ فَلْيُحْسِنِ اسْمَهُ وَأَدَبَهُ فَإِذَا بَلَغَ فَلْيُزَوِّجْهُ فَإِنْ لَمْ يُزَوِّجْهُ فَأَصَابَ إِثْمًا فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى أَبِيهِ۔ (مشکوٰۃ۔ باب الولی)

"جس کے کوئی بچہ ہو اسے چاہیے کہ وہ اس کا اچھا سا نام رکھے۔ پھر حسن ادب کی تعلیم دے اور

(باقی ص۱۲ پر)

خصوصیاتِ اُمّتِ محمدیہ (۴)

(پروفیسر حافظ عبدالمجید، چکوال

اللہ تعالےٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے نبوت و رسالت کا سلسلہ جاری فرمایا اور مختلف نبی اور رسول اپنے اپنے وقت میں فریضۂ نبوت کو سرانجام دیتے رہے۔ سب سے آخر میں تمام نبیوں کے سردار، خاتم النبیین سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور آپؐ کو اللہ تعالےٰ نے بے شمار خصوصیات سے نوازا۔ اور جس طرح آپؐ کو لاتعداد خصوصیات عطا فرمائی گئیں اسی طرح آپؐ کی امت کو بھی متعدد خصوصیات ودیعت فرمائی گئیں۔ ان میں سے چند خصوصیات کا یہاں تذکرہ کیا جاتا ہے۔

اُمّتِ مسلمہ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا نام امتِ مُسلمہ ہے یعنی مطیع و فرمانبردار امت۔ اور اس امت کو سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ نے اس نام سے پکارا تھا۔— جب حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ باپ بیٹا خانہ کعبہ کی تعمیر مکمل کر چکے تو انہوں نے اس موقع پر جو دعائیں مانگیں ان میں سے ایک دعا یہ تھی:

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ۔ (پ رکوع ۱۵۔ آیت ۱۲۸)

اے ہمارے رب! ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری اولاد میں سے ایک فرمانبردار امت پیدا فرما۔

اس طرح گویا امتِ محمدیہ کا نام حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے امتِ مسلمہ رکھا۔ اور اس امت کے پیدا ہونے کے لیے دعا فرمائی۔ یہ خصوصیت صرف امتِ محمدیہ کو حاصل ہوئی کہ اس کا نام امتِ مسلمہ (فرمانبردار امت) ہے۔ اور ہزاروں سال پہلے دو جلیل القدر نبیوں نے اس کا نام امتِ مسلمہ رکھا اور اس کے پیدا ہونے کے لیے دعا فرمائی۔

اُمّتِ وَسَط

اس امت کو قرآن کریم نے امتِ وَسَط یعنی معتدل امت کے نام سے پکارا ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا (پ ۲۔ ع ۱۔ آیت ۱۴۳)

"اور اسی طرح ہم نے تمہیں معتدل امت بنایا۔"

اس امت کی یہ خصوصیت بیان فرمائی کہ یہ معتدل امت ہے۔ اعتدال والی امت ہے۔ افراط و تفریط سے پاک ہے۔ اعتدال کا مطلب ہے برابر ہونا یعنی کمی زیادتی دونوں سے پاک ہونا۔ یہ امت نبیوں کو نہ تو خدا کا بیٹا سمجھتی ہے جیسے یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا سمجھتے ہیں۔ اور نہ ہی نبیوں کی توہین و تذلیل کرتی ہے۔ جیسے یہودیوں نے کتنے نبیوں کی توہین و تذلیل کی۔ اور ان کو قتل کیا۔ یہ امت نہ تو اتنی دنیا پرست ہے کہ دین کو بالکل پس پشت ڈال دے اور نہ ہی اس میں اتنی رہبانیت ہے کہ یہ دنیا سے بالکل لاتعلق ہو جائے۔ الغرض یہ امت ہر پہلو سے اور ہر لحاظ سے اعتدال والی امت ہے۔ اس امت میں اعتقادی اعتدال بھی ہے۔ اس میں عبادت اور عمل کا اعتدال بھی ہے، معاشرت اور تمدن کا اعتدال بھی ہے اور اقتصادی و معاشی اعتدال بھی، اس امت کے اعتدال کے تفصیلی بیان کی یہاں گنجائش نہیں۔

کامل دین والی امت

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے پہلے جتنے نبی بھیجے اور ان کو جو شریعت اور احکام عطا فرمائے ان میں اللہ تعالےٰ وقتاً فوقتاً تبدیلیاں فرماتے رہے۔ ان میں سے کوئی بھی شریعت ایسی نہ تھی کہ جو اتنی کامل ہو کہ اللہ تعالےٰ نے بعد میں اس میں تبدیلی نہ کی ہو۔ اس سے پہلے کسی امت کو کامل دین عطا نہیں فرمایا گیا۔ یہ صرف امتِ محمدیہ کی خصوصیت ہے کہ اس کو کامل و مکمل دین عطا فرمایا گیا۔ ایسا دین جس میں اب کسی قسم کی تبدیلی کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ چنانچہ امتِ محمدیہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا۔ (پ ۶ ع ۵۔ آیت ۳)

(آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔ اور تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کیا)

آخری امت

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ آپؐ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا اور جو نبوت کا دعوےٰ کرے وہ کذّاب ہے، دجّال ہے کافر اور مرتد ہے۔— اور جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں تو صاف ظاہر ہے کہ آپؐ کی امت آخری امت ہے۔— ابھی یہ بیان ہو چکا ہے کہ اس امت کو کامل و مکمل دین عطا فرمایا گیا ہے تو جب اس امت کا دین کامل ہے تو اب نہ کسی نئے نبی کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی نئی امت کی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا یہ اعلان فرمایا کہ یہ امت آخری امت ہے۔ مثلاً آپؐ کا ارشاد ہے:

نَحْنُ الْآخِرُوْنَ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا وَالْأَوَّلُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (رواہ مسلم)

"ہم دنیا میں سب سے آخری امت ہیں اور قیامت میں سب سے پہلے ہوں گے۔"

سب سے بہترین امت

جس طرح اس امت کا نبی سب نبیوں کا سردار ہے۔ اسی طرح یہ امت تمام امتوں کی سردار ہے۔ اور اس خداوند جل و علیٰ نے خیرِ امت کا خطاب

عطا فرمایا ہے :

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ (پ ۴ ع ۳ - آیت ۱۱۰)

"تم سب سے بہترین امت ہو"

اس امت کے سب سے بہترین امت ہونے کے متعلق حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار اشارات موجود ہیں۔ آپؐ کا ارشاد ہے :

نَحْنُ نُكْمِلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ سَبْعِينَ أُمَّةً نَحْنُ آخِرُهَا وَخَيْرُهَا۔" (ترجمان السنۃ)

(ہم قیامت کے دن ستر امتوں میں سترھویں امت ہوں گے جن میں ہم سب سے آخر اور سب سے بہتر ہیں)

نیز فرمایا۔

تُكْمِلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ سَبْعُونَ أُمَّةً نَحْنُ آخِرُهَا وَأَخْيَرُهَا (ترجمان السنۃ)

"قیامت کے دن ستر امتیں پوری ہوں گی جن میں ہم سب سے آخر اور سب سے بہتر ہیں"

ابن کثیرؒ فرماتے ہیں :

"اللہ تعالےٰ کا اس امت پر یہ بہت بڑا انعام ہے کہ اس نے اس امت کا دین کامل کر دیا ہے کہ اب نہ کسی اور دین کی ضرورت رہی نہ کسی اور نبی کی۔ اس لیے آپ کو خاتم النبیین بنایا ہے اور انسان و جن سب کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے"

احادیث میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ ایزدی سے استفسار کیا "میری امت جیسی بھی کوئی امت ہے؟" جواب ملا۔ اس سے بھی زیادہ فضیلت والی امت "امتِ محمدیہ" ہے جو سب امتوں سے افضل ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس امت کا نبی بننے کی خواہش کی لیکن یہ خواہش قبول نہ ہوئی تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ تمنا کی کہ اس امت کا جو نبی ہوگا مجھے بھی اس کی امت بنا دے۔ (مدارج النبوۃ)

یہ بھی روایت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت یشعیا نبی کو وحی کی، جس میں حضور خاتم النبیین کے اوصاف بیان فرمائے اور فرمایا :

"میں ان کی امت کو تمام امتوں میں بہترین بناؤں گا"

(مدارج النبوۃ)

دوسری امتوں پر گواہ امت

اس امت کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ دوسری تمام امتوں پر گواہ ہوگی۔ ارشادِ خداوندی ہے :-

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ۝

(پ ۲ - ع ۱ - آیت ۱۴۳)

"اور اسی طرح ہم نے کیا تم کو امتِ معتدل۔ تاکہ ہو تم گواہ لوگوں پر اور ہو رسول تم پر گواہی دینے والا"

دوسری جگہ ارشاد ہے :-

لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ ۔

(تاکہ ہوں رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) تم پر گواہ اور ہو جاؤ تم لوگوں پر گواہ)

احادیث میں ہے کہ قیامت کے دن جب دوسری امتیں کہیں گی کہ ہمیں تو کسی نے بھی دنیا میں ہدایت نہیں کی۔ اللہ تعالےٰ ان کے پیغمبروں سے گواہ مانگیں گے۔ پیغمبر امتِ محمدیہ کو بطور گواہ پیش کریں گے۔ یہ امت گواہی دے گی کہ بیشک پیغمبروں نے دعوت و تبلیغ کر کے خدا کی حجت قائم کر دی تھی وہ امتیں امتِ محمدیہ کو کہیں گی۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا۔ تم نے نہ ہمارا زمانہ پایا نہ ہمیں دیکھا۔ امتِ محمدیہ کہے گی کہ ہمیں خدا کی کتاب سے اور اس کے نبی کے بتلانے سے اس کا یقین ہے۔ اس لیے ہم گواہی دیتے ہیں۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی صداقت و عدالت پر گواہی دیں گے۔

تمام دنیا کے لیے مبلّغ امّت

پہلے جتنے نبی آئے ایک خاص قوم، ایک خاص ملک اور ایک خاص علاقہ کے لیے ہوتے تھے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ملکوں کے لیے، تمام علاقوں کے لیے اور تمام قوموں کے لیے اور قیامت تک کے لیے نبی بنا کر بھیجا گیا۔ اس لیے آپؐ کی امت کو یہ خصوصیت ملی کہ اسے دنیا کے انسانوں کے لیے مبلّغ بنایا گیا اور اس کے ذمہ لگایا گیا کہ اس امت نے دنیا کے تمام انسانوں کو اسلام کا پیغام پہنچانا ہے۔ ارشاد باری تعالےٰ ہے :-

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (پ ۴ ع ۲ - آیت)

(تم سب سے بہتر امت ہو جسے تمام لوگوں کے لیے نکالا گیا ہے تم نیکیوں کا حکم کرتے ہو، برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ کے ساتھ ایمان لاتے ہو)

سب سے کثیر امّت

اس امت کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ یہ امت اپنی تعداد میں دوسری تمام امتوں سے بڑی امت ہے۔ خود قرآن کریم نے یہ پیش گوئی فرمائی ہے کہ اس دین میں لوگ فوج در فوج داخل ہوں گے :-

إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۝

"جب آئی اللہ کی مدد اور فتح اور تو دیکھے لوگوں کو دین میں فوج در فوج داخل ہوتے"

دوسری جگہ قرآن کریم نے انجیل کے حوالہ سے امتِ محمدیہ اور خصوصاً اصحابِ رسولؐ کی تعریف بیان فرماتے ہوئے یہ مثال نقل کی ہے :-

كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۔

(پ ۲۶ - ع ۱۲ - آیت ۲۹)

"ان کی مثال ایسی ہے جیسے کھیتی نے نکالا اپنا پٹھا۔ پھر اس کی کمر مضبوط کی۔ پھر موٹا ہوا، پھر کھڑا ہو گیا اپنی نال پر۔ تاکہ جلائے ان سے کافروں کے دلوں کو"

اس آیت میں صحابہ کرامؓ کو طاقتور توانا کھیتی کی مثل ارشاد فرمایا گیا۔ کھیتی میں پودوں کی تعداد ان گنت ہوتی ہے۔ جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کی تعداد بہت زیادہ تھی نیز یہ کھیتی ایسی ہے کہ جس کو دیکھ کر کھیتی لگانے والا (یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) خوش ہوتا ہے۔

اور کافر اس کھیتی کو دیکھ کر جلتے ہیں۔ یہ صحابہ کرام ؓ کے کمالِ ایمان کی گواہی ہے کہ ان کا ایمان قوی اور مضبوط ہے۔ اس آیت میں امتِ محمدیہ کی کثرت اور قوتِ ایمانی کی طرف اشارہ موجود ہے۔

اس امت کے افراد پہلی تمام امتوں سے تعداد میں زیادہ ہوں گے اس کا ثبوت درج ذیل حدیث شریف میں موجود ہے:-

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اَرْجُوْا اَنْ تَکُوْنُوْا رُبُعَ اَہْلِ الْجَنَّۃِ فَکَبَّرْنَا فَقَالَ اَرْجُوْا اَنْ تَکُوْنُوْا ثُلُثَ اَہْلِ الْجَنَّۃِ فَکَبَّرْنَا فَقَالَ اَرْجُوْا اَنْ تَکُوْنُوْا نِصْفَ اَہْلِ الْجَنَّۃِ فَکَبَّرْنَا۔ (مشکوٰۃ)

(قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ مجھے امید ہے کہ تم تمام اہل جنت کا ایک چوتھائی ہوگے۔ پس ہم نے بڑائی بیان کی۔ پھر آپؐ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ تم تمام اہلِ جنت کے ایک تہائی ہوگے۔ پس ہم نے اللہ کی تکبیر کہی۔ پھر آپ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ تم تمام اہلِ جنت کے نصف ہوگے)

اس حدیث شریف میں یہ بیان فرمایا کہ اہلِ جنت میں امتِ محمدیہ کا تناسب کیا ہوگا۔ اور اس سلسلہ میں تین مختلف تناسب ذکر فرماتے ہیں۔ محدثین کے نزدیک اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حقیقی تناسب کا تذکرہ یکایک نہیں فرمایا بلکہ تدریجاً بیان فرمایا تاکہ شادی مرگ کا سبب نہ بن جائے یا اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ وحی کے ذریعہ یہ تینوں تناسب یکے بعد دیگرے آپؐ کو معلوم ہوتے رہے اور آپ بتلاتے رہے۔

بہر حال اس حدیث میں جو آخری بات بیان فرمائی گئی وہ یہ ہے کہ جنت میں امتِ محمدیہ کی تعداد تمام اہلِ جنت کی نصف ہوگی۔ اور یہ واضح ثبوت ہے امتِ محمدیہ کی تعداد کی کثرت کا۔

ایک اور حدیث شریف میں اہلِ جنت میں امتِ محمدیہ کا تناسب اس سے بھی زیادہ بیان فرمایا گیا ہے۔

اَہْلُ الْجَنَّۃِ عِشْرُوْنَ وَمِائَۃُ صَفٍّ ثَمَانُوْنَ مِنْہَا مِنْ ہٰذِہِ الْاُمَّۃِ وَاَرْبَعُوْنَ مِنْ سَائِرِ الْاُمَمِ (مشکوٰۃ)

”اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی۔ ان میں سے اسی صفیں اس امت کی ہوں گی اور چالیس صفیں دوسری تمام امتوں کی“

اس حدیث کی رُو سے جنت میں امتِ محمدیہ کا تناسب دو تہائی ہے اور اس سے امتِ محمدیہ کی واضح اکثریت ثابت ہوتی ہے۔

یہ امت ضلالت پر مجتمع نہ ہوگی

اس امت کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ یہ امت کبھی بھی ضلالت و گمراہی پر اکٹھی نہ ہوگی۔ جبکہ اس سے پہلے متعدد ایسی امتیں گزر چکی ہیں۔ جو کسی نہ کسی زمانہ میں تمام کی تمام گمراہ ہوئیں ــــ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

”لَا یَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ اَوْ قَالَ اُمَّۃُ مُحَمَّدٍ عَلٰی ضَلَالَۃٍ وَیَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ۔ (مشکوٰۃ)

”میری امت یا یہ فرمایا امتِ محمدیہ گمراہی پر اکٹھی نہ ہوگی۔ اور جماعت پر اللہ تعالٰے کا ہاتھ ہے اور جو جماعت سے الگ ہوا جہنم رسید ہوا“ یہ اجماعِ امت کی حجت پر دلیل ہے۔

اعضائے وضو کا چمکنا

اس امت کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ قیامت کے دن اس امت کے وضو کے اعضا روشن اور چمکدار ہوں گے اور اس سے حضورؐ فوراً اپنے امتی کو پہچان لیں گے۔

امت محمدیہ کی اور بھی متعدد خصوصیات ہیں۔ مثلاً روزِ حشر بلند مقام پر ہونا، پیشانیوں پر سجدے کا نشان ہونا، غنیمتوں کا حلال ہونا، تمام روئے زمین کا سجدہ گاہ ہونا، تیمم کی اجازت ہونا قیامت کے دن نور کا اس امت کے سامنے اور داہنی جانب چلنا۔ آمین کہنا، ایک دوسرے کو سلام کہنا، جمعہ کا دن، شبِ قدر، انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھنا، خطا و نسیان کا معاف ہونا، طاعون کا شہادت و رحمت ہونا۔ عمریں کم ہونا لیکن اجر و ثواب بہت زیادہ ہونا، قبروں سے سب سے پہلے اس امت کا نکلنا، روزِ حشر بلند مقام پر ہونا، مُردوں کی ارواح کو ایصالِ ثواب ہونا، اس امت کا دوسری تمام امتوں سے پہلے جنت میں داخل ہونا، اور بے شمار لوگوں کا بغیر حساب کتاب جنت میں داخل ہونا وغیرہ وغیرہ بے شمار خصوصیات ہیں جن کی تشریح و تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ اس لیے اسی پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

البتہ تمام افرادِ امت سے یہ دردمندانہ التجا ہے کہ وہ سب مل کر اس امت کو حقیقی معنوں میں امتِ محمدیہ بنانے کے لیے سعی و کوشش فرمائیں۔ اور اس کے لیے ضروری ہے کہ امت اپنے اندر پابندیٔ دینِ متین اور اخلاص و یقین پیدا کرے ؎

قوت از جمعیتِ دینِ مبیں!
دیں ہمہ عزم است و اخلاص و یقیں (اقبال)

بقیہ: اسلام میں اولاد کے حقوق و فرائض

جب سن بلوغ کو پہنچ جائے تو اس کی شادی کر دے۔ اس لیے کہ اگر بالغ ہونے کے بعد (اس کی شادی) نہیں کرائی اور وہ کسی گناہ کا مرتکب ہوا تو اس گناہ کا وبال اس کے باپ پر آئے گا۔“

بچوں کی عمر کی صراحت

دوسری حدیث میں عمر کی نشان دہی بھی کر دی گئی ہے۔ آپؐ سے روایت ہے۔ تورات میں لکھا ہوا ہے کہ جس کی لڑکی کی عمر بارہ سال ہو جائے اور وہ اپنی بچی کی شادی نہ کرے تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہوگا۔

اس قولِ رسولؐ میں اشارہ ہے کہ لڑکی جب بارہ سال کی ہو جائے تو فوراً اس کی شادی کر دی جائے تاخیر نہ کی جائے کیونکہ اگر اس سے کوئی لغزش ہو گئی تو اب اس تاخیر کے گناہ سے سرپرست بچ نہیں سکے گا بلکہ نہ بھی گناہ ہو تو بھی تاخیر سے گناہ کا اندیشہ تو ہے۔

(باقی آئندہ)

گذشتہ سے پیوستہ

تزکیۂ نفس

قرآن مجید کی روشنی میں

عبدالرحمٰن لودھیانوی، شیخوپورہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان

حضورؐ کی ایک شان یہ بھی ہے کہ وہ تزکیۂ نفوس فرمایا کرتے تھے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نفسانی آلائشوں اور تمام مراتب شرک و معصیت سے اپنے صحابہؓ کو پاک کرتے تھے اور دلوں کو مانجھ کر صیقل بناتے تھے يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۝ پ ۴ ع ۸ سورۂ آل عمران آیت ۱۶۳

(ترجمہ:) وہ (رسولؐ) ان پر اللہ کی آیتیں پڑھتا ہے اور ان کو شرک وغیرہ سے پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں سکھاتا ہے۔

یہ چیزیں یعنی تزکیۂ نفوس، آیات اللہ کے عام مضامین پر عمل کرنے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور قلبی توجہ و تصرف سے حاصل ہوتی تھی۔ آپؐ نے خدا کی توفیق و اعانت سے علم و عمل کے ان اعلیٰ مدارج پر اس درماندہ قوم کو فائز کر دیا جو صدیوں سے انتہائی جہل و حیرت اور صریح گمراہی میں غرق تھی۔ آپؐ کی چند روزہ تعلیم و صحبت سے وہ ساری دنیا کے لیے ہادی و معلم بن گئی۔ حدیث:

أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ۔ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ (رواہ البخاری و مسلم)

(ترجمہ) خبردار! اور تحقیق جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے، جب وہ تندرست ہو تو جسم تندرست ہے اور جب یہ خراب ہو گیا تو جسم خراب ہوا۔ جان لو کہ یہ لوتھڑا دل ہے۔ (روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے)

لیکن شکایت تو اس بات کی ہے کہ اصلاح قلب کو لوگوں نے بالکل ہی پس پشت ڈال دیا ہے۔ اس کی طرف مطلق توجہ نہیں ہے۔ حالانکہ اعمال کا دار و مدار قلب پر ہے۔ اور قلب کا حال کسی کو معلوم نہیں۔ اعمال کا مدار ظاہر پہ نہیں ہے بلکہ قلب پر ہے۔

(حدیث:) انسان کا دل ایک صاف آئینہ ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص برائی کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ داغ لگ جاتا ہے۔ اگر تو وہ فوراً توبہ کرلے تو وہ مٹ جاتا ہے ورنہ دوسرا گناہ کرنے سے ایک اور سیاہ داغ لگ جاتا ہے، اس طرح سارا دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے اس کی ضمیر مردہ ہو جاتی ہے۔

اقسام نفس

واضح ہو کہ آدمی کا نفس ایک چیز ہے لیکن اس کی تین حالتوں کے اعتبار سے اس کے تین نام ہو گئے ہیں:

(۱) اگر نفس عالم علوی کی طرف مائل ہو اور اللہ کی عبادت و فرماں برداری میں اس کو خوشی حاصل ہوئی اور شریعت کی پیروی میں سکون و چین محسوس کیا تو اس کو نفس مطمئنہ کہتے ہیں۔

(۲) اور اگر نفس عالم سفلی کی طرف جھک پڑا، اور دنیا کی لذات اور خواہشات میں پھنس کر بدی کی طرف رغبت کی اور شریعت کی پیروی سے بھاگا تو اس کو نفس امّارہ کہتے ہیں کیوں کہ وہ آدمی کو برائی کا حکم کرتا ہے۔

(۳) اگر کبھی عالم سفلی کی طرف جھکتا ہے اور شہوت و غضب میں مبتلا ہوتا ہے اور کبھی عالم علوی کی طرف مائل ہو کر ان چیزوں کو برا جانتا ہے اور ان سے دور بھاگتا ہے اور کوئی برائی یا کوتاہی ہو جائے تو شرمندہ ہو کر اپنے تئیں ملامت کرتا ہے تو اس کو نفس لوّامہ کہتے ہیں۔

حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ نے اپنی کتاب "ضیاء القلوب" میں چند مفید باتیں لکھی ہیں۔ کہ درویشی کی راہ پہ چلنے والے کو چاہیے۔ کہ شریعت میں جن باتوں کا حکم ہے ان سب کی پابندی کرے اور جو باتیں شریعت میں منع ہیں ان سب سے بچنے کو اپنی ضروری عادت بنالے۔ اور ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلنے کا اہتمام رکھے اور ہر ظاہر و باطن گناہوں سے بچتا رہے۔ اور اگر اتفاقاً کوئی گناہ ہو گیا ہو تو اس سے جلدی توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی معافی مانگ کر اور نیک کام کر کے کمی کو پورا کرے، دوسرے وقت پر نہ اٹھا رکھے، اور پانچوں وقت کی نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں پڑھے اور جو باتیں فرض یا واجب یا سنت ہیں ان کو ادا کر کے باقی وقت کو اپنے دل کی درستی میں گزارے اور کثرت سے نفلیں اور وظیفے پڑھنے میں نہ پڑے بلکہ دل کی درستی کو اپنا فرض دائمی جانے، پھر جب باطن کی درستی کامل ہو جائے تو شیخ کامل سے مشورہ لے کر، ورنہ اپنی سمجھ سے کام لے کر نوافل وغیرہ کی کثرت کرے اور کبھی غفلت نہ ہونے پائے۔ اگر ذوق و شوق اپنے باطن میں پائے تو اللہ کا شکر بجا لائے اور تھوڑے کو بہت سمجھے اور ہر کام کو اللہ کی خوشنودی کے لیے کرے اور کشف و کرامت سے لذت نہ لے بلکہ بیزار رہے۔ اور شریعت کی حدوں کا دھیان رکھے اور جب قبض ہو تو تنگدل اور ناامید نہ ہو۔ اور کام میں لگا رہے سب عبادتوں میں اپنے اوپر بدگمانی کر کے کوتاہی کرنے والا جانے اور اپنے باطنی حال کو جاہل سے نہ کہے۔ اپنے وقتوں کا انتظام رکھے۔ دل آئینہ ہے۔ غیر خدا کے عکس پڑنے سے بچائے۔ وقت کو غنیمت جانے اسے غفلت میں ضائع نہ کرے۔ اس راہ میں قدم جوانمردوں کی طرح رکھے۔ ادھر ادھر کا غم اور خوشی الگ کرے، بدعتی سے دور رہے۔

ہر اچھے برے سے خوش خلقی سے پیش آئے۔ لوگوں سے عاجزی اور انکساری سے پیش آئے۔ اور پریشانی کو دل میں نہ آنے دے۔ سکوت اور تنہائی کو درست رکھے۔ ہمیشہ دل کی نگہبانی کرے۔ دین کے کاموں میں نفع پہنچانا ضروری سمجھے۔ کسی سے امید و خوف حق تعالیٰ کے سوا نہ رکھے۔ ہر وقت خدا کی یاد میں رہے۔ لوگوں کی خطاؤں کو درگزر کرے۔ اولیاء اللہ کے مزاروں اور بزرگوں کی زیارت سے مشرف ہوتا رہے۔ کبھی کبھی عام مسلمانوں کی قبروں پر جا کر اپنی موت یاد کرے۔ موت کو ہر وقت سامنے رکھے۔ دوزخ سے پناہ مانگے اور بہشت کا طالب ہو۔ ہر شام اپنے اعمال کا محاسبہ کرے۔ غرور کو ہرگز قریب نہ آنے دے۔

قلیل طعام، قلیل کلام، قلیل منام، قلیل اختلاط مع الانام کا اپنے آپ کو عادی بنائے۔ روزانہ تلاوت قرآن، درود شریف اور تہجد و تسبیحات کا معمول رکھے۔ اشراق، چاشت اور اوابین پڑھے۔ یعنی تھوڑا کھائے، تھوڑا سوئے، تھوڑا کلام کرے۔ تھوڑا میل جول رکھے۔ اللہ کے صالح بندوں سے تعلق رکھے۔ کبیرہ گناہ جیسے زنا، شراب خوری، سودی لین دین، چوری، جھوٹ، معاملات میں بددیانتی، بدعہدی سے بچے۔

دوسرا نسخہ ۔ برائے صفائی قلب

(ذکر قلبی)

لب بند و چشم بند و گوش بند
گر نہ بینی سرِ حق بر من بخند

ہر چیز کی صیقل ہوتی ہے اور قلوب کی صیقل خدا کا ذکر ہے۔

خدائے بزرگ و برتر کی قسم ہے۔ ایک مرتبہ "اللہ" کہنا دونوں جہانوں کی نعمت سے افضل ہے۔ وہاں جو کچھ ملے گا مر کر معلوم ہوگا۔ خود دنیا میں وہ حلاوت و لذت اس نام میں ہے کہ ہفت اقلیم کی سلطنت بھی اس کے مقابلہ میں گرد ہے۔

اللہ اللہ ایں چہ شیریں است نام
شیر و شکر مے شود جانم تمام

اپنے لطائف باطنیہ کو اور اپنے جمیع قوائے ادراکیہ کو اللہ کی طرف متوجہ رکھے۔ خدا کی یاد نہ کرنے سے دل سخت ہو جاتا ہے۔ دل کے پاک و صاف کرنے کا بہترین طریقہ ذکر الٰہی ہے۔ اللہ کے ذکر سے دل کو چین اور اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝
(پ ۱۳ - ع ۱۰ - آیت)

دعا اَللّٰهُمَّ طَهِّرْ قُلُوْبَنَا مِنَ النِّفَاقِ ۔ اے اللہ! ہمارے دلوں کو نفاق سے پاک فرما۔

اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِذِكْرِكَ ۔ اے اللہ! ہمارے دلوں کو اپنے ذکر سے منور فرما۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ نَفْسًا بِكَ مُطْمَئِنَّةً تُؤْمِنُ بِلِقَائِكَ وَتَرْضٰى بِقَضَائِكَ وَتَقْنَعُ بِعَطَائِكَ ۔ اے اللہ! میں تجھ سے اطمینان والے نفس کا سوال کرتا ہوں جو تیری ملاقات پر یقین رکھتا ہو اور تیری تقدیر پر راضی ہو اور تیری بخشش پر قناعت کرتا ہو۔

بقیہ: مدارس اسلامیہ کا تاریخی جائزہ

جس کی بدولت مسلمانوں کی اکثریت مغربی تہذیب سے محفوظ رہی۔ اور انگریزی حکومت اپنی تہذیب کو مسلمانوں میں مقبول عام بنانے میں کامیاب نہ ہو سکی۔

۳۔ انگریزی حکومت کے سہارے مسیحی تبلیغ زور شور سے شروع ہوئی۔ اور مسلمان جو زیادہ تر غریب تھے۔ مسیحی بنائے گئے تھے۔ تاہم مدارس عربیہ کے تیار کردہ واعظین اور مبلغین نے اس طوفان کو روکا۔ اور مسلمانوں کو فتنۂ ارتداد سے محفوظ رکھا۔

۴۔ انگریزی دور میں آریہ سماج نے ناواقف مسلمانوں میں ہندوستان کے طول و عرض میں حتیٰ کہ دیہات میں شدھی کی تحریک چلائی اور ہندوؤں کا امیر طبقہ بھی اس کوشش میں آریوں کے ساتھ تھا۔ لیکن علمائے اسلام اور دینی درسگاہوں کے فضلاء نے غیرت دین۔ اور رضائے الٰہی کی خاطر تمام ہندوستان میں پھیل کر دفاع اسلام کا فرض اس خوبی کے ساتھ انجام دیا کہ فتنہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوا۔ اور مسلمان ارتداد سے محفوظ رہے۔

۵۔ انگریزوں نے اسلامی قوت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے خود مسلمانوں میں سے ایسے لوگ کھڑے کئے۔ کہ جو بظاہر اسلام کا نام لے کر اسلام ہی کے بنیادی عقائد پر ضرب لگاتے تھے لیکن علمائے دین نے سینہ سپر ہو کر اسلام کی مدافعت کی اور انگریزوں کی اس تدبیر کو بھی کامیاب نہ ہونے دیا۔

۶۔ انگریزی راج اور تعلیم کے ساتھ یورپ کا الحاد بھی ملک میں پھیلنا شروع ہوا اور مسلمان کو اسلامی عقائد میں شکوک و شبہات پیدا ہونے لگے۔ خود مغربی مصنفین خاص کر مستشرقین کی ایسی تصنیفات ملک میں پھیل گئیں جن نے جلتی آگ پر تیل کا کام دیا۔ اس طوفان الحاد کو بھی علمائے مدارس نے تقریر و تحریر و تصنیفات کے ذریعہ شکست فاش دی اور مسلمانوں کے سینوں میں جو نور ایمان تھا اس کو بجھنے سے محفوظ رکھا گیا۔

۷۔ مسلمانوں کی عملی زندگی میں اسلامی اثرات برائے نام تھے۔ یہاں تک کہ السلام علیکم کی جگہ آداب عرض کا رواج تھا مدارس عربیہ سے علم دین کا جو نور پھیلا اس سے اسلامی زندگی بدل گئی۔ معاشرہ بدلا اخلاق بدل گئے۔ اور اسلامی حیات کے آثار ان میں نمایاں ہوئے۔

۸۔ ان عربی مدارس کا اثر تھا۔ کہ اسلامی حکومت مٹ چکی۔ مسلمان غلام ہو چکے تھے۔ باہر کے مسلمانوں نے کسی وقت بھی یہاں کے مسلمانوں کی امداد نہیں کی تھی لیکن مدارس عربیہ کی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ دنیا میں جہاں کہیں مسلمانوں پر آفت و مصیبت پڑی۔ اخوت اسلامی کے جوش میں مسلمانان برصغیر نے ان کا ساتھ دیا۔ مظالم سمرنا۔ تحریک خلافت جنگ طرابلس میں ان غلام مسلمانوں نے اخوت اسلامی کا وہ ثبوت دیا۔ جس کی نظیر کوئی اسلامی ملک نہیں پیش کر سکتا۔ یہ سب کچھ دینی تعلیم کا نتیجہ تھا۔

۹۔ خود تحریک پاکستان اور مسلم لیگ کی تحریک کیوں کامیاب ہوئی۔ اس لئے کہ مسلمانوں میں تعلیم دینی کی وجہ سے اسلام کی محبت قائم تھی۔ اس جذبہ کے تحت مسلمانوں نے حیرت انگیز قربانی دی۔ اور پاکستان وجود میں آیا۔

۱۰۔ جس رقبہ پر پاکستان بنا اگر دین کی تعلیم اور اشاعت نہ ہوتی تو اس رقبہ میں بھی مسلمانوں کی اکثریت نہ ہوتی اور پاکستان نہ بنتا۔ بہر حال یہ مختصر نتائج ہیں جو اسلامی مدارس کی وجہ سے ظہور میں لئے

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا عبوری آئین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

چونکہ کائنات کا حاکم مطلق اللہ تعالےٰ ہے۔ اس لئے پاکستان کے عوام کے پاس اقتدار اللہ تعالےٰ کی عائد کردہ حدود کے مطابق ایک مقدس امانت ہے۔ پاکستان کے بانی قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان کو سماجی انصاف کے اسلامی اصولوں کی بنیاد پر جمہوری مملکت قرار دیا تھا۔ اور پاکستان کے عوام کی نمائندہ قومی اسمبلی آزاد مملکت پاکستان کے لئے آئین مرتب کرنے کے لئے منتخب کی گئی ہے۔ چنانچہ مملکت اپنے اختیارات عوام کے منتخب نمائندوں کے ذریعہ استعمال کریگی اور جمہوریت، آزادی مساوات، صبر و تحمل اور سماجی انصاف کے جو اصول اسلام نے پیش کئے ہیں۔ ان کی پوری پوری پابندی کی جائے گی۔ پاکستان کے مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر قرآن و سنت کے مقرر کردہ اصولوں اور تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کے مواقع فراہم کئے جائیں گے۔ اور اقلیتوں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے اور اپنی تہذیب و ثقافت کے مطابق زندگی گزارنے کی آزادی ہو گی۔ جو علاقے اس وقت اس میں شامل ہیں یا پاکستان سے ملحق ہیں۔ اور ایسے دیگر علاقے جو بعد میں شامل کئے جائیں۔ یا پاکستان سے الحاق کریں۔ ایک وفاق کہلائیں گے۔ اور صوبے مجوزہ اختیارات کے حدود میں خود مختار ہوں گے۔ اور عوام کو بنیادی حقوق کی ضمانت دی جائے گی۔ جس میں مساوی حیثیت، مواقع سے فائدہ اٹھانے میں مساوات، قانون کے سامنے مساوات، افکار، اظہار خیال، یقین، ایمان، عبادت، انجمن سازی کی آزادی اور قوانین اور عوامی اخلاق کے مطابق سماجی، اقتصادی اور سیاسی انصاف شامل ہیں اقلیتوں اور پسماندہ طبقوں کے جائز مفادات کے تحفظ کے لئے مناسب اقدامات کئے جائیں گے اور عدلیہ کی آزادی کا مکمل تحفظ کیا جائے گا۔ وفاق کے تمام علاقوں کی سالمیت زمین سمندر اور فضا میں اس کے آزادانہ حقوق سمیت اس کی آزادی اور تمام دیگر حقوق کا تحفظ کیا جائے گا۔ تاکہ پاکستان کے عوام خوشحالی حاصل کریں۔ اور اقوام عالم میں اپنا جائز اور باعزت مقام حاصل کریں۔ اور بین الاقوامی امن اور انسانیت کی ترقی اور مسرت کے لئے اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔ چنانچہ ہم پاکستان کے عوام قومی اسمبلی میں اپنے منتخب نمائندوں کے ذریعہ یہ عبوری آئین منظور کرتے ہیں۔ اور اسے عملدرآمد کے لئے اختیار کرتے ہیں۔

حصہ اول تعارف

۱۔ یہ آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان کا عبوری آئین کہلائے گا۔

۲۔ یہ ۲۱ اپریل ۱۹۷۲ء سے نافذ العمل ہوگا اور آئندہ اسے یوم آغاز کہا جائے گا۔

(۲) ۱۔ مملکت پاکستان جمہوریت ہوگی۔ اور اسے اسلامی جمہوریہ پاکستان کہا جائے گا۔

۲۔ یہ جمہوریہ ایک وفاق ہو گا۔ جس میں مندرجہ ذیل متحد ہوں گے

ا۔ ایسے صوبے جو "یوم آغاز" سے قبل موجود ہوں۔

ب:۔ اسلام آباد دارالحکومت کا علاقہ جو آئندہ وفاق کا دارالحکومت کہا جائے گا۔

ج:۔ مرکز کے زیر انتظام قبائلی علاقے۔ اور

د۔ ایسی دیگر ریاستیں اور علاقے جو وفاق کی منظوری سے الحاق یا کسی دوسرے طریقے سے پاکستان میں شامل ہیں یا شامل کئے جائیں۔

۳۔(۱) کوئی بھی شہری جو پاکستان میں اس وقت ہے۔ یا جہاں کہیں بھی وہ ہے۔ قانون کا تحفظ حاصل کر سکے گا اور قانون کے مطابق سلوک کا مستحق ہو گا۔ اور

۲۔ خصوصاً۔

(ا) کسی شخص کے خلاف کوئی ایسی کارروائی نہیں کی جائے گی۔ جو اس کی جان، آزادی، جسم، شہرت اور جائداد کے لئے نقصان دہ ہو، سوائے اس کے کہ وہ قانون کی زد میں آتا ہو،

ب:۔ کسی شخص کو کسی ایسے عمل سے نہ تو روکا جائے گا۔ اور نہ مداخلت کی جائے گی۔ جس کی قانون نے ممانعت نہ کی ہو۔ اور

ج:۔ کسی شخص کو کسی ایسے کام پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ جس کا کرنا قانون کے نزدیک ضروری نہ ہو۔

۴۔ جمہوریہ کے ساتھ وفاداری ہر شہری کا بنیادی فرض ہے۔

۵۔ قانون کی پابندی اور احترام ہر شہری کا جہاں کہیں بھی وہ ہے یا اس وقت پاکستان میں موجود ہے۔ بنیادی فرض ہے۔

حصہ دوم۔ بنیادی حقوق اور پالیسی کے اصول

۶۔ اس حصہ میں اس ضمن میں اگر کسی دوسری وجہ سے ضروری نہ ہو تو "مملکت" میں وفاقی حکومت وفاقی مقننہ صوبائی حکومتیں صوبائی مقننہ اور ایسے حکام جنہیں قانون کے تحت ٹیکس یا محصول عائد کرنے کا اختیار ہے شامل ہیں۔

بنیادی حقوق

(۷) ۱۔ کوئی قانون یا روایت یا طریقہ جسے قانونی قوت کی حیثیت حاصل ہو۔ اس باب کے تحت حاصل ہونے والے حقوق سے مطابقت نہ رکھتا ہو تو وہ قانون روایت یا طریقہ جس حد تک ان حقوق سے مطابقت نہیں رکھتا ہے کالعدم ہو گا۔

۲۔ مملکت ایسا کوئی قانون نہیں بنائیگی جو ان حقوق میں تخفیف کرتا ہو یا انہیں واپس لیتا ہو۔ اور جو قانون اس دفعہ کے منافی ہوگا وہ جس حد تک منافی ہو گا کالعدم سمجھا جائے گا۔

۳۔ اس دفعہ کے مندرجات مندرجہ ذیل پر کارآمد نہیں ہوں گے۔

(ا) کوئی قانون جو افواج کے ارکان سے متعلق ہو یا پولیس یا دیگر ایسی فورسوں سے متعلق ہو جنہیں امن عامہ برقرار رکھنے کی ذمہ داری سونپی گئی ہو تاکہ وہ اپنے اندر نظم و ضبط برقرار رکھنے اور اپنے فرائض مناسب طریقہ پر انجام دینے کے قابل ہو سکیں۔

(ب) ایسے قوانین جو پہلے شیڈول میں درج کئے گئے ہیں۔ اور یوم آغاز سے فوراً پہلے نافذ تھے۔ اور وہ قوانین یا ان کی کوئی دفعہ اس وجہ سے کالعدم قرار نہیں دی جائے گی۔ کہ وہ قانون یا دفعہ اس باب کے مندرجات کے منافی یا برعکس ہیں۔

۴۔ اس باب میں جو حقوق عطا کئے گئے ہیں۔ ان کے نفاذ کے لئے مناسب طریق کار کے مطابق سپریم کورٹ سے رجوع کرنے کے حق کی ضمانت ہو گی۔

(۸) کسی شخص کو زندگی یا آزادی سے محروم نہیں کیا جائے گا۔ تاوقتیکہ وہ محرومی قانون کے مطابق نہ ہو۔

(۹) (۱) کسی گرفتار شدہ شخص کو جلد از جلد وجوہ گرفتاری سے مطلع کئے بغیر حراست میں نہیں رکھا جائے گا۔ اور نہ اسے اپنی پسند کے وکیل کے مشورہ اور دفاع کے

حق سے محروم رکھا جائے گا۔

٢- ہر وہ شخص جسے گرفتار کیا گیا ہو یا حراست میں رکھا گیا ہو۔ اسے گرفتار کرنے کی جگہ سے قریب ترین مجسٹریٹ کی عدالت تک لانے کے وقت کو چھوڑ کر گرفتاری کے ٢٤ گھنٹے کے اندر مجسٹریٹ کے سامنے پیش کر دیا جائے گا اور مجسٹریٹ کے حکم کے بغیر کسی ایسے شخص کو مذکورہ وقت سے زیادہ عرصہ تک نہیں روکا جائے گا۔

٣- امتناعی نظربندی کے قانون کے تحت گرفتار ہونے یا زیر حراست آنے والے کسی شخص پر شق ١ اور ٢ عائد نہیں ہو گی۔

٤- جو لوگ پاکستان یا اس کے کسی حصہ کی سلامتی یا دفاع کے خلاف کام کر رہے ہوں پاکستان کے امور خارجہ یا امن عامہ یا رسد کے برقرار رکھنے یا سروسوں کے خلاف کوئی کام کر رہے ہوں۔ ان کے سوا کسی کے لئے امتناعی نظربندی کا قانون نہیں بنایا جائے گا۔ کسی شخص کو ایسے کسی قانون کے تحت ایک مہینے سے زیادہ نظر بند رکھنے کی اجازت نہیں ہو گی۔ تاوقتیکہ مذکورہ مدت گزرنے سے پہلے مناسب مشاورتی بورڈ اس کے معاملے پر نظرثانی نہ کرے۔ اور اپنی یہ رپورٹ پیش نہ کرے۔ کہ اس کی رائے میں ایسی نظربندی کی معقول وجہ موجود ہے۔ اور اگر نظربندی مذکورہ ایک ماہ کے بعد جاری رہے۔ تو مناسب بورڈ کو ہر تین ماہ کی مدت گزرنے سے قبل اس کے معاملے پر نظرثانی کرنی ہو گی۔ اور یہ رپورٹ دینی ہو گی کہ اس کی رائے میں ایسی نظر بندی کی معقول وجہ موجود ہے۔

وضاحت :- اس دفعہ میں مقررہ مشاورتی بورڈ کے معنی ہیں۔

(١) وفاقی قانون کے تحت نظر بند کئے جانے والے شخص کے معاملہ میں بورڈ چیف جسٹس آف پاکستان کے نامزد کردہ سپریم کورٹ کے ایک جج اور پاکستان کے ایک سینئر افسر پر مشتمل ہو گا جسے صدر نامزد کریں گے۔

(٢) صوبائی قانون کے تحت نظر بند کئے جانے والے شخص کے معاملہ میں بورڈ صوبے کے ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کے نامزد کردہ اس ہائیکورٹ کے ایک جج اور پاکستان کے ایک سینئر افسر پر مشتمل ہو گا۔ جسے صوبے کے گورنر نامزد کریں گے۔

(٥) امتناعی نظر بندی کے قانون کے تحت کوئی حاکم کسی شخص کے لئے حکم جاری کریگا تو ایسا حکم جاری کرنے کے ایک ہفتہ کے اندر اس کی وجوہات سے مطلع کرے گا۔ اور اس حکم کے خلاف صفائی پیش کرنے کا اولین موقعہ فراہم کرے گا۔ بشرطیکہ یہ حکم جاری کرنے والا حاکم حقائق ظاہر کرنے کو مفاد عامہ کے خلاف سمجھتے ہوئے ایسا کرنے سے انکار کر دے۔

(٦) اس حکم کے جاری کرنے والے افسر کو مشاورتی بورڈ کے سامنے اس مقدمہ کی تمام متعلقہ دستاویزات پیش کرنی ہونگی۔ تاوقتیکہ وہ متعلقہ حکومت کے سیکرٹری کے دستخط شدہ سرٹیفکیٹ پیش نہ کرے جس میں ظاہر کیا گیا ہو کہ ایسی دستاویزات کا پیش کرنا مفاد عامہ میں نہیں ہے۔

(٧) ٢٤ ماہ کی مدت کے اندر کسی شخص کو کسی ایسے قانون کے تحت مجموعی طور پر ١٢ ماہ سے زیادہ عرصہ تک نظر بند نہیں رکھا جائیگا

(٨) اس دفعہ کا اطلاق کسی ایسے شخص پر نہیں ہو گا جو فی الوقت دشمن کی تحویل میں ہے

(١٠) ١- کسی شخص کو غلام نہیں بنایا جائے گا نہ کسی سے زبردستی بیگار لی جائے گی۔ اور کسی قانون میں پاکستان کے اندر غلامی یا اس کی کسی قسم کو رائج کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

(٢) بیگاری کی تمام صورتیں ممنوع ہیں۔

(٣) اس دفعہ کی کوئی بات لازمی سروس کو متاثر نہیں کرے گی۔

(١١) کوئی قانون کسی شخص کو سزا کی اجازت نہیں دے گا، اگر وہ

(ا) کوئی ایسا اقدام یا کوتاہی کرے جو اس کے ارتکاب کے وقت قابل تعزیر نہ ہو۔

(ب) قانون کی کسی خلاف ورزی پر جو جرمانہ عائد کیا جائے۔ وہ اس جرمانے کی رقم سے زائد نہیں ہو گا۔ جو اس قانونی خلاف ورزی کے لئے رائج تھا۔

(١٣) مفاد عامہ کے تحت قانون کے مطابق عائد کی جانے والی معقول پابندی کے سوا ہر شہری کو پاکستان کے تمام حصوں میں آمد و رفت رکھنے اور کسی بھی حصہ میں سکونت اختیار کرنے کی آزادی ہو گی۔

(١٣) ہر شہری کو پُر امن طریقہ سے بغیر اسلحہ کے اجتماع کا حق حاصل ہے۔ بشرطیکہ امن عامہ یا اخلاق کے مفاد میں قانون کے تحت کوئی پابندی عائد نہ کی گئی ہو۔

(١٤) ہر شہری کو انجمن اور یونین بنانے کا حق ہے بشرطیکہ امن عامہ اخلاق کے مفاد میں معقول قانونی پابندی عائد نہ کی گئی ہو۔

(١٥) ہر شہری کو جو قانون کے مطابق مقرر کردہ متعلقہ پیشہ کی صلاحیتیں رکھتا ہے۔ حق حاصل ہو گا کہ وہ کسی بھی قانونی پیشہ کو اختیار کرے۔ اور قانون کے مطابق کاروبار یا تجارت کرے۔

بشرطیکہ مندرجہ ذیل دفعات اسے ممنوع نہ قرار دیں۔

(ا) لائسنس کے نظام کے تحت کسی پیشہ یا کاروبار کو باضابطگی دی گئی ہو۔

(ب) کاروبار، تجارت یا صنعت کو آزادانہ مقابلہ کے مفاد میں باضابطگی دی گئی ہو۔

(ج) وفاقی یا صوبائی حکومت یا اس قسم کی کسی حکومت کے کنٹرول میں کارپوریشن ایسی تجارت، کاروبار، صنعت یا ملازمت کو مکمل یا جزوی طور پر دیگر افراد کے لئے علیحدہ نہ کرتی ہو۔

(١٦) ہر شہری کو تقریر یا اظہار خیال کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ بشرطیکہ پاکستان یا اس کے کسی حصہ کے دفاع یا سلامتی اور سالمیت کے مفاد میں یا بیرونی ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات کے مفاد میں یا امن عامہ شائستگی یا اخلاق عامہ کے مفاد میں یا توہین عدالت، ہتک یا جرم پر اکسانے کے اندیشہ کے تحت قانون کی رو سے معقول پابندی عائد نہ کی گئی ہو۔

١٧- قانون امن عامہ اور اخلاق عامہ کی شرط کے ساتھ۔

(ا) ہر شہری کو کسی بھی مذہب کو اختیار کرنے اس پر عمل پیرا ہونے اور اس کی تبلیغ کرنے کا حق ہو گا۔

(ب) ہر مذہب کے اور اس کے ہر فرقہ کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے، چلانے اور اس کا انتظام کرنے کا حق ہو گا۔

(١٨) کسی شخص کو ایسا کوئی خصوصی ٹیکس ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ جس کی رقم خود اس کے مذہب کے سوا کسی دوسرے مذہب کی تبلیغ یا انتظام کے لئے خرچ کی جائے۔

(١٩) ١- کسی شخص کو جو کسی بھی تعلیمی ادارے میں داخل ہے۔ ایسی مذہبی تعلیمات حاصل کرنے یا مذہبی تقریبات میں شریک ہونے یا مذہبی عبادات میں حاضر ہونے کا پابند نہیں کیا جا سکتا جو خود اس کا مذہب نہ ہو۔

(٢) کسی مذہبی ادارے کے بارے میں ٹیکس سے استثنیٰ یا رعایت دیئے جانے کے معاملے میں کسی فرقے کے خلاف امتیاز روا نہیں رکھا جائے گا (٣) قانون کی شرط کے ساتھ

(ا) کسی مذہبی فرقہ یا طبقہ کی۔ اسی فرقہ یا طبقہ کے شاگردوں کو اسی فرقہ یا طبقہ کے زیر اہتمام چلائے جانے والے تعلیمی ادارے میں مذہبی تعلیم

دینے سے روکا نہیں جا سکتا۔ (باقی آئندہ)

بقیہ۔ اسلام میں شرم و حیا کی اہمیت

نہیں پہنچی۔ کہ وہ عجمی لوگوں سے ٹکراتی پھرتی ہیں۔ کیا تم لوگوں کو اس بات سے غیرت نہیں آتی"۔

آج کا مرد بلاشبہ ایسا ہی بے غیرت ہو چکا ہے۔ کہ وہ خود اپنی عورت کو بے پردہ اور عریاں دیکھنا پسند کرتا ہے۔ یہی چیز ہماری ذلت و رسوائی اور شکست و ناکامی کا سبب ہے۔ ہمارے اسلاف نیک صفات سے متاصف تھے۔ جس کی وجہ اللہ رب العزت نے قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں ان کے قدموں میں لاکر رکھ دیں۔ عظیم ترین شہنشاہوں کے تاج اُن بوریہ نشینوں کے قدموں میں ڈال دیئے۔ جن کے لئے ایک وقت مکہ کی زمین تنگ ہو چکی تھی۔ مغرور ترین بادشاہ ان کے نام سن کر لرز جایا کرتے تھے۔ جن کے پیٹ پر بھوک کی وجہ سے پتھر بندھے ہوتے تھے۔ اس لئے کہ ان میں حضرت عثمان رضؓ جیسے حیا دار مرد اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جیسی باحیا اور با عزت عورتیں موجود تھیں۔ لیکن کوشش و ہمت اور عمل و یقین سے

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

ایسے بے ڈھنگے طرز معاشرت کو اپنا کر ہم دنیا میں قطعاً عزت حاصل نہیں کر سکتے۔ بلکہ تنزل کے گڑھے میں گرتے جائیں گے۔ آئندہ نسلیں ہمیں کبھی معاف نہیں کریں گی۔ اگرچہ وہ خود بگڑی ہوں گی لیکن ہمارے ایسے کردار پر ضرور لعن طعن کریں گی۔ ساری فحاشی۔ عریانی اور بے پردگی یورپی تقلید کا نتیجہ ہے۔ کیا یہ یورپی تہذیب ہمیں کامیاب کرے گی؟ کیا دنیاوی اقوام میں عزت دلائے گی؟ نہیں قطعاً نہیں تو آیئے! آج سے ہم سب مسلمان مرد اور عورتیں عہد کریں کہ بحیثیت مسلمان ہم وہی عزت و عصمت۔ شرم و شرافت اور حیاداری کا لبادہ اوڑھیں گے۔ جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے اوڑھنا بچھونا بنایا تھا۔ جیسے خاتونِ جنت نے اپنے لئے پسند فرمایا تھا۔ جیسے حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنایا تھا۔

اللہ رب العزت ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

سلام

بحضور سرکارِ دو عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

عبدالرحیم جاوید الٰہ آبادی (پاکستان)

السلام اے تاجدارِ دو جہاں
السلام اے رازدارِ کُن فکاں

السلام اے باعثِ کون و مکاں
السلام اے رہنمائے اِنس و جان

السلام اے نیّرِ صبحِ ازل
السلام اے شاہکارِ لم یزل

السلام اے سیّدِ و مولائے کُل
ہادی و مہدی و دانائے سُبل

السلام اے غمگسارِ عاجزاں
دستگیرِ عاصیاں بیکساں

السلام اے نطقِ حق تیری زباں
شان تیری برتر از وہم و گماں

السلام اے سیّدِ خیر البشر
اے کہ تو مصداق مازاغ البصر

السلام اے شاہدِ ربِّ جہاں
تیرا نام پاک ہے تسکینِ جاں

السلام اے شاہدِ لطفِ عمیم
مہبطِ انوار قرآن حکیم

السلام اے مصطفےٰ ابرِ کرم
حامد و محمود اے شاہِ اُمم

السلام اے رحمۃً للعالمین
السلام اے سائرِ عرش بریں

السلام اے نورِ ربّ العالمین
خسروِ اقلیم چرخِ ہفتمین

السلام اے پیکرِ لطف و کرم
اے خوشا قسمت کہ قربانت شوم

بقیہ : شذرہ

یہ رکن اسمبلی ———؟

روزنامہ مشرق کی اطلاع کے مطابق یکم اور ۲ر اپریل کی درمیانی شب کو ساہیوال کے بازارِ حسن میں ایک طوائف کے مکان پر پولیس نے چھاپہ مارا اور ٹوبہ ٹیک سنگھ کے عبدالرحمٰن جامی ایم پی اے کو شراب کے نشہ میں گرفتار کر کے حوالات میں بند کر دیا۔ اور ۲ر اپریل کی دوپہر کو ضمانت پر رہا بھی کر دیا۔ مبینہ طور پر ملزم نے یہ بھی کیا کہ جب گرفتاری عمل میں آئی تو اس نے اپنا نام چودھری محمد اسلم ولد غلام نبی ساکن پھلور تھانہ رجانہ بتایا۔

جامی صاحب کے اس فعل سے اخلاقی جرم کے ساتھ ساتھ عوامی جرم کا ارتکاب بھی ہوا ہے — انہوں نے ٹوبہ ٹیک سنگھ کے باشعور شہریوں، اپنے مزدور کسانوں اور غریب ووٹروں اور پارٹی ورکروں کے معصوم اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے ——— ٹوبہ ٹیک سنگھ پیپلز پارٹی کے ارکان اپنے اس مطالبے میں حق بجانب ہیں کہ :-

"چودھری عبدالرحمٰن کو نہ صرف پارٹی کی رکنیت سے خارج کر دیا جائے بلکہ ان سے صوبائی اسمبلی کی نشست بھی خالی کرائی جائے۔"

بات قطعی واضح ہے کہ جب اخلاقی مجرم انتخابات میں حصہ نہیں لے سکتے تو اخلاقی مجرم رکن کی رکنیت کیسے برقرار رہ سکتی ہے۔ یہ برطانیہ نہیں ہے کہ جہاں کنواری مائیں پارلیمنٹ کی رکن ہوں۔ یہ باغیرت پنجاب ہے، یہ اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔ یہاں کوئی شرابی یا بازارِ گناہ میں جانے والا بدقماش مسلمانوں کی نمائندگی کرنے کا اہل نہیں ہو سکتا۔

پیپلز پارٹی پنجاب کے جنرل سیکرٹری اور گورنر پنجاب مسٹر غلام مصطفیٰ کھر صاحب کو ٹوبہ کے عوام اور پارٹی ورکروں کا مطالبہ تسلیم کرتے ہوئے جامی صاحب کو پارٹی سے خارج کر دینا چاہیے اور انہیں اسمبلی کی رکنیت سے محروم کر کے یہ نشست کسی دوسرے باغیرت مسلمان کے لیے خالی کر دینی چاہیے۔ اور اس حلقے کا انتخاب دوبارہ کرانا چاہیے۔

بقیہ : مسلمان خاتون

کی عورتوں کو (نماز میں شریک ہونے کی) ممانعت ہو گئی تھی اسی طرح ان کو بھی (مسجد میں آنے سے) حضورؐ ممانعت فرما دیتے۔ (بخاری شریف)

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا یہ بات اس زمانہ میں فرمائی جو بہترین زمانہ تھا اور فیشن پرستی ہمارے دور کی طرح نہ تھی۔ اب تو فیشن نے بہت عروج کر لیا ہے اور مستورات کو خوب جکڑ لیا ہے۔ ہمارے اسلاف نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے عورتوں کو مساجد میں نماز کی غرض سے حاضر ہونے کی ممانعت فرما دی ہے حالانکہ مسجدیں بہترین مقامات ہیں۔ ان میں بیٹھنا بھی عبادت ہے وہ جنت کے باغ ہیں۔ جس شخص کا دل مسجد میں معلق رہتا ہے یعنی جب ایک نماز پڑھ کر باہر نکلتا ہے تو دوسری نماز کے انتظار میں رہتا ہے کہ کب وقت ہو تو مسجد میں جاؤں ایسے شخص کو قیامت کے دن جب کوئی سایہ نہ ہو گا عرشِ الٰہی کے سایہ میں جگہ ملے گی۔ مسجد میں نماز باجماعت پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ افضل ہے۔ اتنی بڑی فضیلت کے باوجود بھی عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے روکا گیا ہے۔

جب عورتیں خیر و برکت کے مقامات (مسجدوں) میں نہیں جا سکتیں تو ان کا تفریح کے مقامات، سینماؤں، کھیل وغیرہ کی مجالس، نمائشوں اور کلبوں میں جانا جہاں نامحرم مردوں کے ساتھ ملنے جلنے کے موقعے موجود ہیں کب روا ہے۔

عورت سرتاپا پردہ کی چیز ہے اس کی عزت، ناموس و عصمت ایک بہت بڑا سرمایہ ہے۔ اس کی حفاظت کے لیے گھر کی چار دیواری سے بہتر کوئی مقام نہیں۔ یہ بات عورتوں اور ان کے سرپرستوں کے سمجھنے کی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ عطا فرمائے۔ فتنوں سے بچائے۔ آمین

بچّوں کا صفحہ

مانگی ہوئی چیز واپس کرنا!

جناب صوفی محمد شفیع عمر الدین

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ بہت بڑے حدیث کے عالم گزرے ہیں آپ کی پرہیزگاری کے بارے میں عجیب باتیں بیان کی گئی ہیں۔

آپ کا وطن مرو تھا۔ ایک مرتبہ آپ اپنے وطن سے شام کو گئے۔ شام میں ایک شخص سے آپ نے قلم مانگ کر لیا تھا۔ بھول کر وہ اپنے ساتھ لے آئے تھے یہ قلم واپس کرنے کی خاطر آپ نے یہ سفر کیا۔ (بستان المحدثین)

پیارے بچو! اس بلند پایہ اور سچی مثال سے ہمیں سبق لینا چاہیے جب کسی سے کتاب یا کوئی اور چیز مانگ کر لیں تو احتیاط سے واپس کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے یہ عادت بہت بُری ہے کہ مانگی ہوئی چیز واپس نہ کی جائے جو ایسا کرتا ہے وہ اپنا اعتبار گنوا دیتا ہے۔

انگریزی دان طبقہ اکثر کہا کرتا ہے کہ "HE WHO LENDS A BOOK IS A FOOL, AND HE WHO RETURNS IT IS A GREATER FOOL"

"جو کتاب کسی کو عاریتاً دے وہ بے عقل ہے اور جو مانگی ہوئی کتاب واپس کر دے وہ بڑا بے وقوف ہے۔"

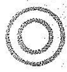
ایسی غلط باتیں ہمارے لیے حجّت نہیں۔ ہمیں اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنا چاہیے۔ مولانا شبلی مرحوم نے کیا ہی خوب نصیحت فرمائی ہے کہ:

"ایک نکتہ دان شخص نے کس قدر سچ کہا ہے کہ ہم کو صرف یہی رونا نہیں ہے کہ ہمارے زندوں کو یورپ کے زندوں نے مغلوب کر لیا ہے بلکہ یہ رونا بھی ہے کہ ہمارے مُردوں پر بھی یورپ کے مُردوں نے فتح پا لی ہے۔

ہر موقعہ اور ہر محل پر جب شجاعت، ہمت، غیرت، علم و فن، غرض کسی کمال کا ذکر آتا ہے تو اسلامی ناموروں کی بجائے یورپ کے ناموروں کا نام لیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ ہماری قوم سے حمیت کا مادہ بالکل جاتا رہا ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ جدید تعلیم میں ابتدا سے اخیر تک اس بات کا موقعہ ہی نہیں ملتا کہ اسلاف کے کارناموں سے واقفیت حاصل کی جائے۔"

(مقالاتِ شبلیؒ حصہ اوّل تذکرہ حضرت الفاروقؓ)

الحاصل کسی کو کوئی کتاب وغیرہ عاریتاً دینا برا فعل نہیں بلکہ اچھی بات ہے۔ لینے والے کو اس کا واپس کرنا بھی بہتر بات ہے۔



- خدا اور اس کے فرمان کو دل سے ماننا اور اس پر عمل کرنا ہی ایمان ہے۔
- راہ ہے اسلام۔ رہ رَو ہے مسلماں منزلِ مقصود ہے دربارُ الرحمٰن۔
- قرآن مجید کا خلاصہ ہے بندے سے توڑ، خدا سے جوڑ۔
- اتباعِ قرآن و شریعت سے انسان کامل بن جاتا ہے۔
- قرآن کریم کی تعلیم سے ہی جراتِ ایمانی پیدا ہوتی ہے۔
- حدیث کا انکار کرنا قرآن کا انکار کرنا ہے اور قرآن سے انکار کرنے والے کا ایمان سلب ہو جاتا ہے۔
- جن علماء نے قرآن کو ذریعۂ معاش بنا رکھا ہے یاد رکھیں کہ قیامت کے روز جنّت کی ہوا بھی نہ سونگھنے پائیں گے۔

فرمودات

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

نعت

کامران رشید، سرگودھا

وہ نبیوں کے آقا محمدؐ ہمارے
وہ دنیا و عقبیٰ میں اپنے سہارے

وہ نورِ مجسّم، وہ حسنِ سراپا
ہیں جن کی تجلّی سے روشن ستارے

مسلماں کو جن سے ملی چشمِ بینا
خدائی کے آئے نظر سب نظارے

رہِ حق دکھانے کی خاطر ہیں آئے
وہ ہادی وہ رہبر ہمارے تمہارے

وہ شافعِ محشر، شفیعُ الامم ہیں!
نبی جن کے تابع ہیں سارے کے سارے

ہو نظرِ کرم ان کی گر کامراں پر
تو سمجھوں کہ کشتی لگی ہے کنارے!



ٹیلیفون نمبر ٦٧٥٤٥

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"

LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل نمبر ٦٠٤٧

منظور شدہ محکمہ تعلیم: (١) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/١٩٣٢١ مورخہ ٣ مئی ١٩٥٦ء (٢) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ٤٢٤-٢٣٨١ مورخہ ٤ ستمبر ١٩٥٦ء (٣) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ٢٩/٩/٤٦٧-٢-٩ ٥٥ مورخہ ٢٣ اگست ١٩٦٤ء (٤) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر GM٢/٣٠-٥٢١٠ مورخہ ١٣ مارچ ١٩٦٧ء

گذارشات

١۔ ایجنٹ حضرات کی طرف سے بلوں کی ادائیگی میں تاخیر ادارہ کے لیے مشکلات کا باعث بنتی ہے۔

٢۔ جملہ بلوں کی ادائیگی بذریعہ منی آرڈر یا بنک ڈرافٹ بنام منیجر ہفت روزہ خدام الدین لاہور کی جائے۔ ادارہ کے کسی کارکن کے نام دفتری رقوم نہ بھیجی جائیں۔

٣۔ انجمن کی مطبوعات منگوانے کے لیے وی پی کی فرمائش نہ کریں۔ کل رقم بذریعہ منی آرڈر پیشگی روانہ کریں۔

(سرکولیشن منیجر)

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبیداللہ انور پرنٹر چھپا

اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔